ماہنامہ
محدث
بنارس

اگست ۲۰۲۳ء ◆ محرم ۱۴۴۴ھ

والدین کی قدرومنزلت اولاد کے لئے ۲
تحریک آزادی ہند اور علماء اہلحدیث ۷
عادت سب کی بن جائے… ۱۳
آرمگڈون اور جنگ عظیم… ۱۹
زنا وبدکاری کی مذمت ۲۳

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۸

محرم ۱۴۴۴ھ
اگست ۲۰۲۳ء

اس شمارہ میں

۱-والدین کی قدر ومنزلت..	عبداللہ سعود	۲
۲-حقیقی مفلس کون؟	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۵
۳-تحریک آزادئ ہند اور علماء اہلحدیث	مدیر	۷
۴-عادت سب کی بن جائے...	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۱۳
۵-آرمگڈون اور جنگ عظیم...	عبدالعلیم سلفی	۱۹
۶-زنا و بدکاری کی مذمت	محمد محب اللہ محمدی	۲۳
۷-مولانا نعیم الدین مدنی رحمہ اللہ..	عبدالرحمٰن محمد ایوب	۳۶
۱۰-اخبار جامعہ	مولانا ابو صالح دل محمد سلفی	۴۱
۱۱-باب الفتاویٰ	مولانا نور الہدیٰ سلفی	۴۶

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

مراسلت کا پتہ ←

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

والدین کی قدر ومنزلت اولاد کے لئے

عبداللہ سعود سلفی

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (الاسراء:۲۳-۲۴) اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے نرمی اور عزت سے بات کرو اور ان کے آگے عاجزی محبت اور تواضع کا باز و پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار میرے والدین پر ویسا ہی رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا تھا۔

اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے، سب کو روزی پہنچاتا ہے۔اس نے اپنی ذات کے ساتھ والدین کی شفقت اور بچپن میں ان کی مشفقانہ تربیت یاد دلا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

سورۂ انعام میں دوسرے اسلوب میں یہی بات دہرائی ہے۔فرمایا: قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (سورۂ انعام:۱۵۱) آپ کہیے کہ لوگو! آؤ سنو میں پڑھ کر بتاتا ہوں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا کیا حرام کر دیا ہے۔(پہلا) یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ایک بار اللہ کے رسول محمد ﷺ صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔آپ نے صحابۂ کرام سے عرض کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں۔صحابہ متوجہ ہوگئے، کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ ضرور فرمائیے۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔دوسرے نمبر پر فرمایا والدین کی نافرمانی کرنا۔آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، یہ کہتے کہتے آپ سیدھے ہوگئے اور فرمایا اور سنو جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا۔آپ ﷺ اس کو بار بار دہراتے رہے۔صحابہ کرام اپنے دل میں کہنے لگے کاش آپ بس کریں خاموش ہو جائیں (صحیح بخاری:۵۹۷۶)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ کہہ رہے تھے رغم انفه ثم رغم انفه ثم رغم انفه .اس کی ناک خاک آلود ہو،اس کی ناک خاک آلود ہو،اس کی ناک خاک آلود ہو۔صحابۂ کرام کا یہ سننا تھا پوچھنے لگے من یا رسول الله؟ کس کی اے اللہ

کے رسول؟ کس کی بات کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کو دونوں کو یا کسی ایک کو بھی بڑھوتی میں پایا پھر وہ شخص جنت میں نہ جا سکا۔(مسلم:۲۵۵۱)

ایک بار کا واقعہ ہے آپ منبر پر زور سے آمین آمین کہتے ہوئے چڑھے، صحابہ کو پوچھنے پر بتلایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے محمد ﷺ جس شخص نے اپنے والدین کو یا کسی ایک کو بھی پایا اور وہ شخص مرنے کے بعد جہنم میں چلا گیا، ایسے شخص کو اللہ اپنی رحمت سے دور کر دے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اس دعا کا سننا تھا کہ آپ ﷺ نے اس پر آمین کہہ دیا۔ اس روایت کو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰۲۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا الصلاۃ لمیقاتھا اپنے وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا بر الوالدین والدین کا فرمانبردار بننا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کون سا عمل تو آپ ﷺ نے فرمایا الجہاد فی سبیل اللہ، پھر میں خاموش ہو گیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور پوچھتا تو آپ مزید بتاتے۔(صحیح بخاری:۲۷۸۲)

والدین کی فرمانبرداری کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی دیکھ بھال کا خیال رکھنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں آپ کے ہاتھ پر ہجرت اور جہاد کی بیعت کرنے آیا ہوں۔ میں اللہ سے ان نیک کاموں کا ثواب کا متمنی ہوں۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی باحیات ہے۔ کہا دونوں باحیات ہیں۔ آپ نے اس صحابی سے پوچھا کیا تم نیکی چاہتے ہو اس نے کہا۔ ہاں اللہ کے رسول میں اسی لئے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا جاؤ لوٹ جاؤ، اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھی صحبت اختیار کرو۔(صحیح مسلم:۲۵۴۹) یعنی یہ کام ہجرت و جہاد کے مقابلے میں تمہارے لئے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے حسن سلوک کے ساتھ ماں کے درجہ کو یاد دلایا ہے کہ انسان کو اپنی والدہ کی خدمات اور بچپن میں نونہال کی پرورش اور رات دن بچے کے لئے زحمت وتکلیف برداشت کرنا اور دل وجان سے زیادہ پیار محبت سے پالنے پوسنے کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ ماں کا مقام باپ سے اوپر ہے۔

سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ کو پڑھو اللہ رب العزت فرماتا ہے: وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ. ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق نصیحت

کی ہے۔اس کو اس کی ماں نے دکھ پر دکھ جھیل کر حمل میں رکھا اور دو سال تک اپنا دودھ پلا کر پالا پوسا۔ یاد رکھو میرا شکر ادا کرو تو اپنے والدین کا بھی شکر ادا کرو۔ میرے پاس ہی تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کرنے لگا۔اس کا سوال تھا: اے اللہ کے رسول مجھے یہ بتلا دیجئے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ساتھ میں اچھا سلوک کروں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب دیا۔ آپ کی ماں، اس نے کہا ماں کے بعد، آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے پھر پوچھا ان کے بعد، آپ نے پھر دہرایا آپ کی ماں۔اس کے بعد پھر یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے جواب میں کہا تمہارا باپ۔(صحیح بخاری:۵۶۲۶)

سچ ہے اللہ کے رسول ﷺ قرآن کے چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ آپ اپنی امت کی بھلائی اور دوسری وابدی زندگی کی کامیابی کے لئے متفکر رہا کرتے تھے اسی لئے اللہ کے انعام کو جو اس نے ہر رسول کو عنایت فرمایا ہے کہ ہر نبی کی ایک خاص دعا کو قبول فرمایا ہے آپ نے اپنی خاص دعا کو روز محشر کے لئے خاص کر رکھا ہے جس کو ہم شفاعت عظمیٰ کے نام سے جانتے ہیں۔

ایک مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان رکھنا چاہئے اور آپ کی تعلیمات اور نصیحتوں کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے نہیں تو ہم آپ کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ دنیا وآخرت کی کامیابی والدین کی اطاعت وحسن سلوک میں مضمر ہے۔ والدین ورشتہ داروں سے صلہ رحمی سے رزق میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

درس حدیث

حقیقی مفلس کون؟

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: إن المفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيُعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار. (صحيح مسلم: ۲۵۸۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو کوئی درہم ہو اور نہ ہی کوئی ساز و سامان تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا حقیقی مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزوں اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اس حال میں کہ وہ کسی کو گالی دیا ہوگا، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا، تو باری باری ان (مظلوموں) کو اس (ظالم) کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ چنانچہ اگر اس کی نیکیاں مظلوموں کے حقوق کی ادائیگی سے قبل ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہوں کو لے کر انہیں ظالم کے حصے میں ڈال دیا جائے گا پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

محترم قارئین! یہ دنیا فانی ہے، یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے اور دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اس حساب میں کسی کے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ مکمل عدل وانصاف کا معاملہ کیا جائے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے اور ہر طرح کی برائیوں سے باز رہے۔ گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، مار پیٹ، قتل وخونریزی، بہتان تراشی، جھوٹ، غیبت، غیروں کے مال و دولت پر ناحق قبضہ، ظلم وزیادتی وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے اور ایک سچے اور اچھے مسلمان بن کر زندگی گزارے اور المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (بخاری: ۱۰، مسلم: ۴۰) کا عملی پیکر بن کر رہے۔ یعنی حقیقی اور سچا مسلمان وہ شخص ہوتا ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس حقیقت کو اللہ کے رسول ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں مثال دے کر اپنے صحابہ کو سمجھایا ہے کہ حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نیک اعمال کے ساتھ آئے گا لیکن اس کے نیک اعمال کے بالمقابل اس کے گناہوں کی فہرست بہت طویل اور

لمبی ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس بندے کی نیکیوں کو ان لوگوں کو بدلے کے طور پر دے دے گا جن کے ساتھ اس نے ظلم وزیادتی کی ہوگی، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر جھوٹا الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔
حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس شخص نے دنیا میں اپنی زبان، اپنے ہاتھ، اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا۔ اپنی زبان سے لوگوں کو سب وشتم، الزام وبہتان کے ذریعہ تکلیف دیا، اپنے ہاتھ سے لوگوں کو مارا پیٹا، انہیں جسمانی اذیت دی اور اپنی طاقت کے ذریعہ دوسروں کا مال کھایا اور ان کا خون بہایا حالانکہ سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اعضاء وجوارح کو کنٹرول میں رکھے، ان سے غلط کام نہ کرے۔ ان کے ذریعہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، کسی کی عزت نہ اچھالے، کسی کو جسمانی اور روحانی تکلیف نہ دے، کسی کے مال کی چوری نہ کرے، کسی کے مال پر ڈاکہ نہ ڈالے۔
دنیا کی مفلسی چندروزہ ہوتی ہے، چند مہینوں اور چند سالوں کے بعد ایک آدمی کے فقر وفاقہ کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی پریشانی وتنگی دور ہو جاتی ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے وہ مالدار اور خوشحال ہو جاتا ہے۔ روپے پیسے، مال وزر، ساز وسامان، رہنے کے لئے گھر اور چلنے پھرنے کے لئے گاڑی کا انتظام ہو جاتا ہے اس لئے دنیا کی مفلسی حقیقی مفلسی نہیں ہے کیونکہ اس میں آدمی کے پاس محنت ومشقت کرکے روپیہ کمانے اور اپنی آمدنی بڑھانے کا موقع رہتا ہے، لیکن آخرت میں نیکیاں کمانے اور بڑھانے کا کوئی موقع نہیں رہ جاتا ہے اس لئے ہوشیار اور چالاک اور عقلمند وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی فکر کرے اور نیکیوں میں آگے رہے، برائیوں سے باز رہے۔

حدیث سے مستفاد بعض اہم مسائل:

۱- مفلس حقیقی وہ ہے جس کا نامۂ اعمال قیامت کے دن نیکیوں سے خالی ہوگا۔
۲- حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد میں انسان کو بیحد محتاط رہنا چاہئے۔
۳- قیامت کے دن ان کے سارے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا۔
۴- ظلم وزیادتی سے دور رہنا چاہئے کیونکہ اس کا انجام جہنم ہے۔

☆☆☆

تحریک آزادیٔ ہنداور علماء اہلحدیث

مدیر

یہ ہماری بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس سال ہم ۷۷رواں یوم آزادی منا رہے ہیں۔ ہمارا پیارا ملک ہندوستان پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کوانگریزوں کے ناپاک چنگل سے آزاد ہوااور تمام باشندگان ہندکو ہندوستان کی آزادفضا میں سانس لینے کا موقع ملااور ہر رنگ ونسل کے لوگوں کوآزادی کی زندگی میسر آئی۔ بلاشبہ ہرانسان آزاد پیدا ہوا ہےاور آزادی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ انسان صرف ایک اللہ کی بندگی کا مکلّف ہےاورصرف ایک ہی اللہ کی غلامی بجالانا چاہتا ہے۔

ہماراہندوستان وہ ملک ہےجس پرصدیوں تک مسلم حکمرانوں نے حکمرانی کی ہےاوراس کے سیاہ وسفید کے مالک رہے ہیں لیکن آخر میں اسلامی حکومت کی چولیں اس طرح ہل گئیں کہ سلطنت کا باقی رہنامشکل ہوگیااورایسٹ انڈیا کمپنی کا دھیرے دھیرے پورے ہندوستان پرتسلط قائم ہوگیا۔ غالباً ۱۸۵۷ء تک پوراہندوستان انگریزوں کے زیرحکومت آچکا تھااور ہندوستان کے باشندے انگریزی ظلم واستبداد کےنشانہ بننے لگے تھے۔اس ظلم واستبداد کانشانہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری ہندوستانی قومیں تھیں لیکن مسلمانوں کوجس اذیت ناک دور سے گزرناپڑرہا تھاوہ بیان سے باہر ہے۔انگریزوں نے ہندوستانیوں پراپنے ظلم وتشدد کا دائرہ اتناوسیع کررکھا تھا کہ ان کے دلوں میں دھیرے دھیرے آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے،آج ہم آزادی کے ساتھ اپنے ملک میں جی رہے ہیں اور آزادی کی بہت بڑی نعمت ہمیں میسر ہے لیکن اس آزادی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، یہ آزادی کی تحریک سب سے پہلے کہاں سے اٹھی۔ بلاشبہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سب سے پہلے آزادی کی تحریک مسلمانوں اور خصوصاً علماء نے برپا کی۔اہل مدارس آزادی کا علم لے کر میدان میں آئے اور جانی ومالی ہرطرح کی قربانیاں پیش کیں۔

اس آزادی کی تحریک میں علماء کرام،خصوصاً علماء اہلحدیث نے جوقربانیاں پیش کی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

قارئین کرام! آپ کے سامنے کچھ تاریخی حوالے پیش کرنے کی جرأت کررہاہوں جن سے یہ سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ علماء اہلحدیث نے اس ملک کے لئے کیا کیا ہے، ان کی خدمات کس درجے کی ہیں اورانہوں نے اپنے اس ملک کوکس طرح سے آزادکرایا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی تحریک شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ ہی کے دور سے شروع ہوگئی تھی،ان کے دور

ہی سے انگریزوں کی چیرہ دستیاں شروع ہوچکی تھیں۔انہوں نے انگریزوں کے خطرات بھانپ لئے تھے۔

رتن لال بنسل ولی اللہی تحریک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’بدیشی قوموں کے بڑھتے ہوئے خوفناک پنجوں سے ہندوستان کو بچانے کے لئے وہ زندگی بھرلڑتے رہے اور اپنے وارثوں، بیٹوں، ناتیوں اور ہزاروں شاگردوں کے دل میں ایسی آگ چھوڑ گئے کہ انہوں نے مرجانا پسند کیا پر ہندوستان کی غلامی کو چپ چاپ برداشت نہیں کیا۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار ۱۸۵۷ء سے پہلے، از فیصل احمد بھٹکلی، ص:۱۶۱، بحوالہ ششماہی فکروتحقیق، نئی دہلی جلد نمبر۱، شمارہ نمبر۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۷ء، ص:۱۲۶)

جناب فیصل احمد بھٹکلی نے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی تحریک اصلاح اور ان کے تجدیدی کارناموں کو تحریک آزادی سے جوڑتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’بہر حال اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاہ ولی اللہ کی تحریک ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ ہی میں نہیں بلکہ عالمی تحریکات آزادی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، اسی سے عام بیداری پیدا ہوئی، یہیں سے روح ملی، یہی سے غذا فراہم ہوئی اور اسی نے زمین ہموار کی۔(تحریک آزادی میں علماء کا کردار، ص:۱۶۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۷۴۶-۱۸۲۳ء) نے جب انگریزوں کے خلاف اپنے دو فتوے جاری کرتے ہوئے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جس کا واضح مفہوم یہ تھا کہ اس ملک کو انگریزوں سے آزاد کرانا ناگزیر ہے لہٰذا اس فتوے کے بعد جو تحریک اٹھی وہ تحریک شہیدین تھی۔مولانا اسماعیل شہید دہلوی، سید احمد شہید اور ان کے رفقاء نے انگریزوں سے باضابطہ جہاد کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی انداز وصورت میں جاری رہا یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں ہمارا ملک ہندوستان انگریزوں کے ناپاک چنگل سے آزاد ہوگیا۔

تحریک شہیدین پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

’’تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے لئے بے حد تکلیف اور اذیت کا زمانہ تھا، جو لوگ مسلمانوں کی اس زبوں حالی اور ابتری سے بہت زیادہ متاثر اور پریشان ہوئے ان میں حضرت سید احمد بریلوی، مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی اور ان کے رفقاء کرام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔یہ پاک باز لوگ اجتماعی طور سے میدان عمل میں نکلے اور پورے ملک میں پھیل گئے۔انہوں نے تمام ہندوستان کا دورہ کیا، ملک کے دیہات اور قصبات وبلاد میں گئے، لوگوں کی خاص قسم کی تربیت کی اور منظم طریقے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔(برصغیر میں اہلحدیث کی اولیات، ص:۱۱۷)

مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ ان مجاہدین کی تحریک کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

’’ان کی ایک باقاعدہ تحریک تھی، جس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ مسلمان بدعات کو ترک کردیں، ہندوانہ رسوم ورواج سے جو

باہمی اختلاط کی وجہ سے ان میں گھر کرچکی تھیں، کنارہ کش ہوجائیں، امور شرک سے دست بردار ہوجائیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں، نماز روزے کی پابندی کریں اور عقیدہ وعمل میں کتاب وسنت کے احکام کو مشعل راہ بنائیں۔

دوسرا مقصد اس ملک سے انگریزی اثر ورسوخ کو ختم کرنا اور اس کے لئے باقاعدہ جہاد کرنا تھا۔ یہ دونوں مقاصد نہایت اہم اور بنیادی تھے۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے پوری جدوجہد اور برصغیر میں ایک تہلکہ بپا کردیا۔

(دیکھئے: اہلحدیث کی اولیات، از مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ ص: ۱۱۷-۱۱۸)

تحریک شہیدین کے زیادہ تر ارکان علماء تھے، ان میں مولانا کرامت علی جون پوری، مولانا سید اولاد حسن قنوجی، مولانا ولایت علی عظیم آبادی، مولانا سید محمد علی رام پوری وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ ملک سے انگریزوں کے اقتدار کو ختم کرنا تھا، لیکن حالات کچھ ایسے پیدا ہوگئے کہ سکھ ان کے مقابلہ میں آگئے اور ان سے جنگ لڑنی پڑی۔ آخری مقابلہ بالاکوٹ کے میدان میں ہوا جس میں ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سید احمد بریلوی، مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمہم اللہ سمیت سیکڑوں لوگ جام شہادت نوش کرگئے۔

تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ مجاہدین کی یہ تحریک خالص اسلامی اور باقاعدہ تحریک تھی، جو تقریباً سوا سو سال ۱۹۴۷ء تک انگریزی حکومت کے خلاف معرکہ آراء رہی اور بالآخر اس حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں وہابی تحریک'' کے صفحہ (۳۴۹-۳۵۰) میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی تحریک کا اصل مقصد ملک سے انگریزوں کو بھگانا تھا، وہ تحریر فرماتے ہیں: ''خود سید احمد کی تحریر اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ان کے دماغ میں یہ خیال رچا ہوا تھا کہ ان کے اصل دشمن ''سوداگر اور بنئے'' انگریز ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا علماء اہلحدیث نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس فتوے پر دستخط کیا جو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے جاری کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں میاں صاحب کو دہلی سے گرفتار کرکے وہاں سے بارہ تیرہ سو کلومیٹر دور راولپنڈی جیل میں قید کردیا گیا۔ میاں صاحب ایک سال قید رہے، اس جنگ میں انگریز کامیاب ہوئے تو انہوں نے بے شمار مسلمانوں کو جن میں بہت سے وہابی (اہلحدیث) شامل تھے یا تو پکڑ کر پھانسی دے دی یا عبور دریائے شور کی سزا دی یعنی کالا پانی بھیج دیا۔ (دیکھئے: اہلحدیث کی اولیات: ص: ۱۲۳)

ہندوستان کو انگریزوں کے ناپاک چنگل سے آزاد کرانے میں علماء صادق پور کے کارنامے کسی سے بھی مخفی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد اپنی کتاب ''ہندوستان میں وہابی تحریک'' میں رقمطراز ہیں:

''یہ قابل توجہ حقیقت ہے کہ نصف صدی سے زیادہ ایک زبردست غیر ملکی حکومت کے خلاف ایک زوردار تحریک کی قیادت کا عملاً سارا بوجھ ایک واحد خاندان اہل صادق پور نے اٹھایا۔ انہوں نے محاربین اور غیر محاربین دونوں کے کارناموں

کی نگرانی کی اور دونوں مرکزوں میں کام کئے اور یہ سب کچھ انہوں نے اس زمانہ میں کیا جبکہ انہیں کے بہت سے ہم وطنوں کی طرف سے تعاون تو درکنار قدردانی کی بھی کوئی امید نہ تھی۔ یہ ہے ملک کی آزادی کے لئے ان کے خودفروشانہ جوش اور قربانیوں کے جانچنے کا حقیقی معیار۔ (وہابی تحریک،ص:۲۶۳)

اہل صادق پور کے کارناموں کو سمجھنے کے لئے ''تذکرہ صادقہ'' کی اس عبارت کو بھی نظر میں رکھنا کافی مفید ہوگا:

''صادق پور کے وہ مجاہدین جو سرحد میں تھے انہوں نے شمال مغربی قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف اپنے دم خم سے نصف صدی تک باغیانہ سرگرمیاں جاری رکھیں، انگریزی حکومت کی نگاہوں میں علماء صادق پور کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے اوراس کے عملے خاندان صادق پور کی مکمل تباہی وبربادی کا دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا اوران کے خون سے اپنے کلیجے کی آگ بجھانا چاہتے تھے۔انگریزی حکومت نے انبالہ کے سپرنٹنڈنٹ آف پولس پارسن (Parson) کو متعین کیا۔اس نے پٹنہ آکر ضلع مجسٹریٹ الکزنڈر (Alecxinder) سے رابطہ قائم کیا اور پھر اس کی نگرانی میں مسلح پولس کے ایک دستہ کو لے کر ۲۱/جنوری ۱۸۶۴ء کو اچانک خاندان صادق پور کے اس مکان پر چھاپہ ماردیا جہاں جماعتی مرکز قائم تھا،اس سے قبل کہ وہ اپنی مدافعت کے لئے کوئی کارروائی کرتے گھر کے کونے کی تلاشی شروع ہوگئی۔سب سے پہلے انگریز افسروں نے مولانا احمد اللہ کو پیش کرنے کا حکم دیا مگر مولانا احمد اللہ صاحب کلکتہ گئے ہوئے تھے اس لئے انہیں حضرات سے پوچھ تاچھ شروع کی گئی۔ اس روز گھر کی تلاشی اور مرکز کا جائزہ لینے کے بعد ظالموں کا دستہ واپس چلا گیا اور پھر دودنوں کے بعد ۲۳/جنوری ۱۸۶۴ء کو دوبارہ چھاپہ مارا۔اس بار مولانا عبدالرحیم اور مولانا میاں عبدالغفار کو پوچھ تاچھ کی بڑی سخت منزلوں سے گزرنا پڑا۔ پوچھ تاچھ کے مرحلے کے بعد دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔گھر میں جتنے قلمی مسودات اور خطوط کے ریکارڈ تھے ان کو ضبط کردیا۔ضبط شدہ کاغذات کے ذریعہ باغیانہ سرگرمیوں کا ثبوت ملنے کے بعد مولانا یحییٰ علی کو بھی ۸/فروری ۱۸۶۴ء کو گرفتار کر کے اس جیل میں بھیج دیا گیا جہاں پہلے مولانا عبدالرحیم صاحب اور میاں عبدالغفار مقید تھے۔ڈیڑھ مہینے تک پٹنہ جیل میں رہنے کے بعد مارچ ۱۸۶۴ء کے آخر میں ان تینوں کو بذریعہ ٹرین انبالہ کے جیل میں منتقل کردیا گیا۔انبالہ میں پہلے یہ لوگ حوالات میں رکھے گئے، حوالات میں مجاہدین کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ حد درجہ غیرانسانی اور انگریز کی بربریت کا بدترین نمونہ ہے''۔(بحوالہ یادگار مجلّہ بموقع اٹھائیسواں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس، پاکوڑ،ص:۲۰۸)

علماء صادق پور کی خدمات اور تحریک آزادی میں ان کے کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر راجندر پرساد نے خانوادۂ صادق پور کے گل سرسبد مولانا عبدالخبیر صادق پوری سے کہا تھا:''حضرت اگر سارے ملک کے حریت پسندوں کی وطن کی آزادی کے لئے خدمات ایک پلڑا میں ڈال دی جائیں اور دوسرے پلڑا میں صرف علماء صادق پور کی خدمات ڈالی جائیں تو صادق پوری علماء کا پلڑا بھاری ہوگا۔(تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں،ص: ۵۱۹، از مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری)

علماء صادق پور پر انگریزوں نے مقدمے قائم کئے، ان کے خلاف فیصلے کر کے انہیں سلاخوں کے پیچھے ڈالا، انہیں قتل کیا، ان کی جائیدادیں ضبط کیں، انہیں کالا پانی روانہ کیا۔ مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا یحییٰ علی، میاں عبدالغفار، مولانا محمد جعفر تھانیسری، مولانا عبدالرحیم ان سب لوگوں کو کالا پانی بھیجا گیا۔ مولانا احمد اللہ پر مقدمہ قائم کیا گیا۔

جائیداد کی ضبطی، حبس دوام کی سزا سے ان حضرات کو کوئی غم نہیں تھا اس قسم کی ساری تکلیفیں یہ حضرات نہایت ہی صبر وتحمل سے برداشت کررہے تھے، مگر انہیں اپنے ملک کی آزادی کی فکر تھی۔ اس راہ میں وہ کسی قسم کی پریشانی کی کوئی پرواہ نہیں کررہے تھے۔ عظیم آباد کے ایک مقدمہ کے سلسلے میں مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’عظیم آباد (پٹنہ) میں انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت اور سازش کا پہلا مقدمہ ۱۸۶۵ء میں مولانا احمد اللہ کے خلاف دائر ہوا تھا۔ اس سے چھ سال بعد ۱۸۷۱ء میں دوسرا مقدمہ قائم ہوا، اس مقدمہ میں سات ملزم تھے جن کے نام یہ ہیں: (۱) مولانا مبارک علی (۲) تبارک علی (۳) حاجی دین محمد (۴) حاجی امین الدین (۵) پیر محمد (۶) حشمت داد خان (۷) امیر خان۔

ابتدائی سماعت انگریز مجسٹریٹ باربور کی عدالت میں یکم مارچ ۱۸۷۱ء کو شروع ہوئی۔ ۲۷/ مارچ کو فرد جرم عائد کر کے ملزموں کو سیشن کے سپرد کر دیا گیا۔ یکم مئی ۱۸۷۱ء سے مقدمے کی سماعت مسٹر پرنسپ سیشن جج نے شروع کی، حکومت کی طرف سے گرفتار شدگان پر الزام ثابت کرنے کے لئے ایک سو چھتیس گواہوں کی طویل فہرست عدالت کو دی گئی، لیکن ایک سو تیرہ آدمی پیش ہوئے، چھیالیس آدمیوں نے ملزموں کی طرف سے شہادت دی۔ درمیان میں کچھ دن سماعت ملتوی رہی، ۱۸۷۱ء کے آخر میں مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ یہ انیسویں صدی عیسوی اور تیرہویں صدی ہجری کا آخری مقدمہ سازش تھا جو ’بڑا وبانی مقدمہ‘ سے مشہور ہوا۔ (اہلحدیث کی اولیات، ص: ۱۳۳-۱۳۴)

مولانا ابوالکلام آزاد محتاج تعارف نہیں، آپ اردو صحافت کے ذریعہ انگریزوں کے خلاف ماحول بنانے اور مسلمانوں کے اندر جوش اور جذبہ ابھارنے میں برابر لگے رہے، انہوں نے ’الہلال‘ اور ’البلاغ‘ ان دو رسالوں کے ذریعہ مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑنے اور ان سے آزادی حاصل کرنے کی ترغیب دی، انگریز اس مرد مجاہد سے اس قدر خائف ہوئے کہ آپ کو بھی جیل میں ڈال دیا اور آپ کو اذیت دینے کے درپے ہوئے، غرضیکہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان آزادی کی جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ان سب میں علماء اہلحدیث اور عوام پیش پیش نظر آتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں چند اہلحدیث علماء کے نام ذکر کئے جارہے ہیں:

مولانا عبداللہ قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولانا محی الدین قصوری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا ابوالقاسم محمد علی مئوی، مولانا لقمان مئوی، مولانا محمد احمد مئوی، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا ادریس خان بدایونی، مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی وغیرہم۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے

اپنے وطن کو آزاد کرانے کے لئے جانی و مالی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔

جمایت مجاہدین کے بعض معاونین میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، موانا عبدالقادر قصوری، مولانا عبدالواحد غزنوی، حافظ عبد الستار عمر پوری وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

گاندھی جی جب آزادی کی تحریک لے کر چمپارن پہنچے تو وہاں بھی اہلحدیث علماء اور عوام نے ان کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کے لئے پیش پیش رہے۔ صاحب دیون گلشن جناب مولانا عبدالکریم مسلم رحمہ اللہ کے خاندان کے نمایاں کارنامے تاریخ کے صفحات پر جلی حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

غرضیکہ ہم آزادی کی تحریک کی تاریخ کو جب بھی کھولیں گے تو اس میں علماء اہلحدیث کے کارناموں سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے۔ علماء اہلحدیث کے کارنامے ذکر کرنے کا یہ ہرگز مقصد نہیں ہے کہ دوسری جماعتوں کے کارناموں کو ہیچ دکھایا جائے بلکہ ہندوستان کی آزادی میں ہم تمام جماعتوں، فرقوں اور تمام مذاہب کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے اس وطن کو بڑی بڑی قربانیاں دینے کے بعد حاصل کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اس ملک کے وقار کو برقرار رکھیں، آپسی محبت اور یگانگت کے ساتھ اس ملک کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں، نفرت کی آگ کبھی بھی نہ بھڑکنے دیں۔ اللہ ہماری اور ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

عادت سب کی بن جائے اتنا سلام کو عام کرو

دکتور عبدالحلیم بسم اللہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:

سلام اسلامی شعار ہے، مسلمانوں کی پہچان ہے، باہمی الفت ومحبت کا ذریعہ ہے، آپسی تعلق واعتماد کا وسیلہ ہے، اس میں ایک دوسرے کے لئے دعا ہے، بڑوں کی تعظیم ہے، چھوٹوں کے لئے شفقت ومحبت ہے، سلام اللہ سے قریب کرتا ہے، دلوں کو جوڑتا ہے، نفرتوں کو دور کرتا ہے، عداوتوں کو مٹاتا ہے، سلام عام کرنے والے کے لئے جنت کی راہیں آسان ہوجاتی ہیں، دلوں کی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں اس لئے دین اسلام میں اسے عام کرنے کی بڑی ترغیب دی گئی ہے۔ آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلا جو انہیں ادب سکھلایا گیا وہ 'سلام' ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خلق الله آدم على صورته وطوله ستون ذراعا، فلما خلقه قال: اذهب فسلّم على أولئك النفر من الملائكة جلوس فاستمع ما يحيوك، فإنها تحيتك وتحية ذريتك، فقال: السلام عليكم، قالوا: السلام عليك ورحمة الله، فزادوا ورحمة الله......" الحديث. (صحیح بخاری: ۶۲۲۷، صحیح مسلم: ۲۸۴۱)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، اس وقت ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو کہا جاؤ اوران فرشتوں کی جماعت سے سلام کرو جو کہ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو تمہارے سلام کے جواب میں کہیں اسے خوب غور سے سننا کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری آئندہ نسلوں کا سلام ہوگا، چنانچہ آدم علیہ السلام ان فرشتوں کے پاس گئے اور ان سے 'السلام علیکم' کہا تو فرشتوں نے جواب میں 'علیک السلام ورحمۃ اللہ' کہا، یعنی انہوں نے 'ورحمۃ اللہ' کی زیادتی کی۔

یہ سلام تمام انسانوں کے لئے اللہ کی طرف سے سکھایا گیا ادب ہے اور ملاقات کا طریقہ ہے کہ کسی سے ملاقات کے وقت کیا کہیں اور سلام کے جواب میں کیا کہا جائے۔ یہ سلام بابرکت اور پاکیزہ کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وإذا دخلتم بيوتا فسلّموا على أنفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة.** (النور: ۶۱) کہ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوتو اپنے اہل وعیال سے سلام کرلیا کرو جو کہ اللہ کی طرف سے ہے اور بابرکت پاکیز ہے۔

کتاب وسنت میں سلام کی فضیلت سے متعلق متعدد

نصوص آئے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) سلام اللہ تعالیٰ کے اچھے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **هو اللّٰه الذي لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان اللّٰه عما يشركون** (الحشر:۲۳) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا، نگہبان غالب، زور آور اور بڑائی والا پاک ہے ان تمام چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إن السلام من أسماء اللّٰه وضعه في الأرض فافشوا السلام بينكم. (الأدب المفرد: ۹۸۹، وحسنه الألباني) سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جسے اللہ نے زمین پر اتارا ہے چنانچہ آپس میں سلام کو عام کرو۔

اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے یہ وہ نام ہے جس کا ذکر نبی ﷺ ہر نماز کے بعد کرتے تھے، چنانچہ ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: كان رسول الله ﷺ إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا ثم قال: اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام. (صحيح مسلم: ۵۹۱) نبی ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ تین بار استغفر اللہ کہتے پھر کہتے اے اللہ تو سراپا سلامتی ہے، تجھ سے ہی سلامتی طلب کی جاتی ہے اے جلال واکرام والے تیری ذات بڑی بابرکت ہے۔

(۲) سلام عام کرنے پر جنت کی بشارت ہے۔

سلام دعا ہے، اس میں ایک دوسرے کی عزت وآبرو، جان ومال کی حفاظت کی ضمانت ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اسے عام کرے۔ اپنے والدین، بچوں اور گھر والوں کو سلام کرے، دوست واحباب وغیرہ سے ملتے وقت سلام کرے تاکہ سلام کا چلن عام ہو۔ اس سے سماج میں ایک دوسرے کے تعلق سے نفرت وحسد کا خاتمہ ہوگا کیونکہ جب ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان سے سلام کرتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے تو وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے بھائی تمہارے اوپر اللہ کی سلامتی ہو، اس کی رحمتیں اس کی برکتیں تمہارے اوپر نازل ہوں اور جواب میں دوسرا بھائی بھی یہی دعا کرتا ہے۔ اس سے سماج میں امن وامان کی فضا قائم ہوتی ہے اور اخوت وبھائی چارگی کا بول بالا ہوتا ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ نے سلام عام کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے پھیلانے والے کو جنت میں داخلے کی بشارت دی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم أفشوا السلام بينكم. (صحيح مسلم: ۵۴) تم لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم مومن نہ بن جاؤ اور تم پکے مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ آپس میں محبت کرنے والے نہ بن جاؤ، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جس کے کرنے سے تم آپس میں محبت کرنے لگو؟ تم آپس میں سلام کرو۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ نے جو وعظ کیا اور جس چیز کے کرنے پر آپ نے لوگوں کو ابھارا وہ سلام کے عام کرنے کا تھا تاکہ مدینہ کا معاشرہ ایک صالح اور پرامن معاشرہ بن سکے۔ لڑائی جھگڑا، قتل وخونریزی، بغض وعناد اور اس طرح کی دیگر سماجی برائیوں کا وہاں سے خاتمہ ہوسکے۔ سفر ہجرت کے بعد مدینہ پہنچنے پر آپ کی اس وصیت ونصیحت کو صحابی رسول عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے: لما قدم النبي ﷺ المدينة انجفل الناس إليه وقيل: قدم النبي ﷺ فجئت في الناس لأنظر إليه، فلما استثبت وجه رسول الله عرفت أن وجهه ليس بوجه كذاب، وكان أول شيء تكلم به أن قال: أيها الناس أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، وصلوا والناس نيام تدخلون الجنة بسلام. (جامع ترمذی: ۲۴۸۵، ابن ماجہ: ۱۳۳۴، وصحہ الترمذی) جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ ان کی طرف دوڑ پڑے اور اعلان کرنے لگے کہ نبی ﷺ آگئے ہیں تو میں بھی لوگوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تاکہ انہیں دیکھوں۔ جب میں نے ان کا چہرہ غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے سب سے پہلا جو خطاب فرمایا وہ یہ تھا آپ نے فرمایا: سلام کو عام کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، راتوں کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں اس طرح کرنے سے تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے۔

(۳) سلام کرنے پر بندہ اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

سلام کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے اجر وثواب کی خوشخبری سنائی ہے۔ آدمی اپنے بھائی سے جب سلام کرتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: السلام عليكم فردّ عليه وجلس، فقال: عشر، ثم جاء رجل آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله بركاته، فردّ عليه ثم جلس، فقال: عشرون، ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فردّ عليه وجلس، فقال: ثلاثون. (جامع ترمذی: ۲۶۸۹ وحسنہ، سنن ابی داود: ۵۱۹۵) ایک آدمی نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس نے السلام علیکم کہا تو آپ نے اس کا جواب دیا اور وہ آدمی مجلس میں بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، آپ نے اس کا جواب دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں۔ پھر تیسرا شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، آپ نے اس کا جواب دیا اور وہ آدمی مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔

اسی لئے اللہ رب العالمین کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے سلام کرے تو آپ اس سے زیادہ بہتر جواب دیں یا کم ازکم اسی کے سلام کے مانند جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وإذا حييتم بتحية فحيّوا بأحسن منها

أو ردّوها، إن اللّه كان على كل شيء حسيبا. (النساء: ۸۶) جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہترین جواب دو یا اسی کو لوٹا دو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

(۴) سلام میں پہل کرنے والا اللہ سے قریب ترین ہوتا ہے۔

ہم انسان ہیں، خطا کار ہیں آپس میں تو تو میں میں، بحث ومباحثہ، نوک جھونک ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ اکثر اسی وجہ سے لوگ آپس میں سلام وکلام، بول چال بند کر دیتے ہیں اور اپنے تمام تعلقات کو توڑ لیتے ہیں۔ ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اور شریعت اسلامیہ کی روح کے مخالف ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی انا، غرور وگھمنڈ کو ختم کر کے سلام میں پہل کرتا ہے اور بڑھ کر سلام وکلام کی ابتدا کرتا ہے وہی شخص اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ قریب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إن أولى الناس باللّه من بدأهم بالسلام. (سنن ابی داود: ۵۱۹۷وصححہ الالبانی) لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب وہ شخص ہوتا ہے جو دوسروں سے سلام کرنے میں پہل کرے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص سلام میں پہل کرتا ہے وہ افضل انسانوں میں سے ہوتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے سلام کلام چھوڑ دے۔

عن أبي أيوب الأنصاري قال: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، يلتقيان فيصدّ هذا ويصدّ هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام. (صحیح بخاری: ۶۲۳۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت کرنا چھوڑ دے اور اس سے قطع تعلق کرے، دونوں آپس میں ایک دوسرے سے ملیں تو یہ اس سے اعراض کرے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء کر کے بات چیت شروع کر دے۔

(۵) سلام کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سلام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور ان کے نامۂ اعمال سے انہیں مٹا دیتا ہے جیسا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلّم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر. (المعجم الاوسط: ۲۴۵، وابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ: ۱۹۵، وصححہ الالبانی فی الصحیحۃ: ۵۲۶) بے شک ایک مومن جب دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس سے سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

سلام کے کئی آداب ہیں جن کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے ان میں سے چند آداب درج ذیل ہیں:

۱- جاننے والے اور نہ جاننے والے سب کو سلام کریں۔

آج کل لوگوں کے اندر مفاد پرستی، مطلب پرستی کا

چلن عام ہو چکا ہے بغیر دنیاوی فائدے کے کوئی کسی سے سلام وکلام نہیں کرنا چاہتا حالانکہ نبی ﷺ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کیا جائے خواہ اس سے آپ کی پہلے سے معرفت اور شناسائی ہو یا نہ ہو۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما أن رجلا سأل النبي ﷺ فقال: أي الإسلام خير؟ قال: تطعم الطعام، وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف. (صحیح بخاری: ۶۲۳۶، صحیح مسلم: ۳۹) عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول دین اسلام میں کون سا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر مسلمان سے سلام کرو خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔

۲- جب جب ملاقات ہو سلام کریں۔

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کسی کام یا ضرورت کے لئے کسی کے پاس بار بار آنا جانا پڑتا ہے تو چاہئے کہ جب بھی جائے ملاقات کرے تو سلام ضرور کرے، یہ اسلامی آداب میں سے ہے۔ صحابہ کرام کو نبی ﷺ نے یہی تعلیم دی ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: من لقي أخاه فليسلّم عليه وإن حالت بينهما شجرة أو حائط أو حجر ثم لقيه فسلّم عليه. (سنن ابی داود: ۵۲۰۰، وحسنہ الالبانی) جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو چاہئے کہ اس سے سلام کرے، اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، کوئی دیوار یا کوئی پتھر حائل ہو جائے پھر دونوں ملیں تو دوبارہ سلام کریں۔

۳- چھوٹا بڑے کو اور سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: يسلّم الراكب على الماشي، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير. (صحیح بخاری: ۶۲۳۲، صحیح مسلم: ۲۱۶۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سواری پر چلنے والا شخص پیدل چلنے والے سے سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص سے سلام کرے اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت سے سلام کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یسلم الصغیر علی الکبیر یعنی چھوٹا شخص اپنے سے بڑے شخص سے سلام کرے۔

ایسا اس لئے ہے کہ لوگوں کے اندر تواضع، خاکساری پیدا ہو، کبر وغرور ان سے دور رہے۔ چنانچہ نبی ﷺ خود بڑھ کر سب کو سلام کرتے حتی کہ اگر آپ کی ملاقات بچوں سے ہوتی تو ان کو بھی بڑھ کر سلام کرتے تاکہ بچے بڑوں سے اسلامی آداب سیکھیں اور اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں۔

عن أنس رضي الله عنه قال: أتى علي رسول الله ﷺ وأنا ألعب مع الغلمان، قال: فسلّم علينا، فبعثني إلى حاجة. (صحیح مسلم: ۲۴۸۲) انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میں اپنے ساتھی

بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ہم سب کو سلام کیا اور مجھے کسی کام کے لئے بھیج دیا۔

قارئین کرام! سلام سے متعلق یہ بعض فضائل ومسائل ہیں جن کا تذکرہ کتاب وسنت میں آیا ہے لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مابین سلام کو خوب عام کریں، کسی کے گھر جائیں تو ان سے اجازت طلب کریں، ملاقات ہو تو فوراً سلام کریں جیسا کہ ارشاد باری ہے: **یـا أیها الـذیـن آمـنـوا لا تـدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستـأنسـوا وتسلموا علی أهلها ذلکم خیر لـکـم لـعـلـم تذکرون.** (النور:۲۷) اے ایمان والو تم دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم ان سے اجازت نہ لے لو اور تم ان سے سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آج کل مسلمان سلام چھوڑ کر غیروں کی تقلید میں Good Bye, Good Evening, Good Morning وغیرہ کلمات کہتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے یہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کی کامیابی دین اسلام کی اتباع میں ہے، اس میں دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی ہے لہٰذا آئیں عہد کریں کہ ہم اپنے سماج میں سلام کو عام کریں گے اور آپس میں پکے سچے مسلمان بن کر رہیں گے۔

سب سے پہلے سلام کرو پھر لوگوں سے کلام کرو
عادت سب کی بن جائے اتنا سلام کو عام کرو

☆☆☆

عرش الٰہی کے سایہ کے حقدار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قیامت والے دن اپنے عرش کے سایے تلے جگہ دے گا، اس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حکمراں (۲) وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ عزوجل کی عبادت میں ہوئی ہو۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہو۔ (مسجد کی خاص محبت اس کے دل میں ہو، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد کے لئے بے قرار ہو) (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں، اسی پر باہم جمع ہوتے ہیں اور اسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ آدمی جس کو کوئی حسین وجمیل عورت دعوت گناہ دے لیکن وہ اس کے جواب میں کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے چھپایا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے خوف سے اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

(بخاری ومسلم)

آرمگڈون اور جنگ عظیم

(مختصر تقابلی جائزہ)

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

آرمگڈون کیا ہے:

آرمگڈون یا آرمیگڈون جسے انگریزی میں Armageddon (آرمگڈون) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اہل کتاب یہود ونصاری کے مطابق ایک آخری جنگ ہے جس کا وقوع قرب قیامت میں ہونا حتمی ہے، ان کے عقیدہ کے مطابق یہ جنگ بت پرستوں اور حق پرستوں (ان کے بقول مسیحیوں) کے درمیان واقع ہوگی۔ جس سے ان کے مطابق حق وباطل کا فیصلہ ہوگا اور باطل دنیا سے نیست ونابود ہوجائے گا اور حق غالب ہوگا، واضح رہے کہ بت پرستوں سے مسیحی مبلغین کی مراد مسلمان اور یہودی دونوں ہیں۔ ان کے مطابق اس جنگ میں کم از کم تین ارب جانوں کا خاتمہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر کے درمیان یہ خوفناک جنگ فلسطین کے علاقے میں واقع ہوگی۔

وجہ تسمیہ:

اس جنگ کو "ہَرْ مَجِدُّ ون" یا" ارمجدون" کہا جاتا ہے جو کہ عبرانی لفظ ہے اور دو کلمہ "ہار" اور" مجدُّ و" سے مل کر بنا ہے "ھار" کا معنی" تل" ہے جو چھوٹی پہاڑی یا ٹیلہ کو کہتے ہیں، اور "مجدو" شمالی فلسطین کے شہر جنین Jenin سے قریب مرج عامر میں ایک شہر یا وادی کا نام ہے، اسے "مجیدو" عبرانی میں "مجدو" یا" تل المتسلم" (Tellel-Mutesellim) اور (Tel Megiddo) بھی کہا جاتا ہے،، یہ شمالی فلسطین کا نہایت ہی قدیم اور اہم شہر ہے جو قدیم کنعانی تہذیب کی نشانی ہے۔ یہ تل ابیب سے شمال میں 55، اور حیفا سے جنوب مشرق میں 20 کیلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ (دیکھئے: خدعۃ ھرمجدون ر ص 34 اور بلادنا فلسطین لمصطفی مراد الدباغ نیز آزاد ویکیپیڈیا)۔

وہیں پر بعض لوگوں کے مطابق آرمگڈون دنیا کے خاتمے کو کہا جاتا ہے۔

آرمگڈون کے مسیحی نظریہ کا خلاصہ:

مسیحیوں کے نزدیک یہ ایک مقدس جنگ ہے جس کی کمان عیسی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی۔

آرمگڈون کے موضوع پر بیشمار مضامین یورپ کے میگزینوں میں شایع ہوتے رہے ہیں، یہی نہیں کروڑوں کی تعداد میں اس موضوع پر کتابیں اور پمفلٹ یورپ کے بازاروں میں فروخت ہوئی ہیں، عصر حاضر میں مغرب خصوصاً امریکہ میں آرمگڈون (Armageddon) کا نظریہ بہت مقبول ہو رہا ہے، بلکہ اب اس کی مقبولیت نظریے سے بڑھ کر ایک تحریک کی سی ہوگئی ہے، جس کا نشہ ان کے سر چڑھ کر بولتا ہے، اور اس معاملے میں اپنی تجدد پسند ذہنیت (modernity) کے ہزار دعووں کے باوجود

حد درجہ قدامت پسند (conservative) اور بنیاد پرست واقع ہوئے ہیں۔

آرمگڈون سے متعلق مسیحی نظریہ کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

- کم سے کم بیس کروڑ سپاہی مشرق یعنی مسلم ممالک سے آئیں گے جب کہ کروڑوں سپاہی مغربی طاقتوں کے ہوں گے، سلطنت روما کی تجدید و قیام کے بعد پھر عیسیٰ مسیح ان مشرقی افواج پر حملہ کریں گے، جنھوں نے ان کے یروشلم کو غارت کردیا ہے۔

- یروشلم سے دوسو میل تک اتنا خون بہے گا کہ وہ زمین سے گھوڑوں کی باگ کی بلندی تک پہنچ جائے گا اور یہ ساری وادی انسانوں اور جانوروں کے خون سے بھر جائے گی۔

- دنیا کے سارے شہر لندن، پیرس، ٹوکیو، نیویارک اور شکاگو وغیرہ سب کے سب اس دن صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہوجائیں گے۔(سابق امریکی صدر ریگن)

- سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے آرمگڈون کو اسرائیل کا قیام، بائبل کی پیشین گوئی کی تکمیل اور بائبل کے بیان کا حاصل قرار دیا ہے۔

- ایک مسیحی بنیاد پرست اوول کہتا ہے کہ کٹر یہودی مسجد اقصیٰ کو بم سے اڑا دیں گے جس سے مسلم دنیا بھڑک اٹھے گی، یہ اسرائیل کے ساتھ ایک مقدس جنگ ہوگی اور اس کے نتیجے میں مسیح علیہ السلام مجبور ہو جائیں گے کہ درمیان میں مداخلت کریں۔

امریکہ کے سب سے زیادہ سنے جانے والے مبلغ و پادری جیری فال ویل کہتے ہیں کہ ایک آخری جھڑپ ہوگی اور پھر اللہ تعالی اس دنیا کو فنا کردیگا۔

- ایک مسیحی اسکالر براڈ سے اس جنگ کے سلسلے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ جنگ فلسطین میں ہوگی اور اس کی فتح کے بعد عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور بادشاہ داؤد علیہ السلام کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کریں گے۔

- ایک مسیحی رہنما کلوئیڈ Cloyd کہتے ہیں کہ: اس جنگ میں پہلا وار عیسی علیہ السلام کا ہوگا۔ (تفصیلات ویکیپیڈ یا آزاد دائرۃ المعارف بموضوع "ارمجدون" سے ماخوذ ہیں)۔

- معروف امریکی رائٹر گریس ہالسیل Grace Halsell کہتی ہے: "ایک مسیحی ہونے کے ناطے ہمارا ایمان ہے کہ آرمگڈون نامی معرکے کے بعد انسانی تاریخ کی انتہاء ہوجائیگی، اور اس معرکہ کا اختتام مسیح کے دوبارہ آنے کے ساتھ ہوگا جو اپنی واپسی پر زندہ اور مردہ سب پر یکساں حکومت کریں گے"۔ (الأخبار الطموسۃ فی کتاب ھرمجدون)۔

- سابق امریکی صدر ریگن نے اپنے ایک انٹرویو میں تحدیدا کہا کہ: ہماری ہی وہ جینریشن (نسل) ہوگی جو معرکۂ آرمگڈون دیکھیگی۔

مسیحی نظریہ کے اختصار کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اس کے بارے میں جو سیاسی اور مذہبی نظریات عام ہیں انہیں مختصرا بیان کردیا جائے، تاکہ ایک قاری کے پیش نظر رہے کہ اس جنگ کے نظریات سے متعلق دیگر مذاہب و افکار میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ ذکر موجود ہے۔

آرمگڈون کا سیاسی نظریہ:

یورپ خاص طور سے امریکہ نے آرمگڈون کے نظریہ سے بہت زیادہ سیاسی فائدہ اٹھایاہے، جس طرح قومیت،لسانیت، علاقائیت اور مذہبیت کو حکومت کے حصول کیلئے خاص طور سے جمہوری حکومت میں تسلط کیلئے آلہ بنایا جاتا ہے(اور دیکھا گیا ہے کہ اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوتا ہے)، ٹھیک اسی طرح امریکہ میں آرمگڈون کے نظریہ نے فیئۃ حاکمہ (Group Ruling) کو بہت زیادہ فائدہ پہنچایا ہے، اور چونکہ امریکہ ایک مسیحی خطہ ہے اس لئے آرمیڈون کے نظریہ کو بطور ہتھیار استعمال کرنا کچھ بعید بھی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق مواد یورپ اور خاص طور سے امریکہ کے اندر کروڑوں کی تعداد میں نشر کئے گئے، اسی طرح سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے مختلف مواقع سے اس موضوع کو چھیڑا تھا، اور اسے اپنے مقاصد کے حصول کا راستہ بنایا تھا، اس کے علاوہ ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عالمی صہیونی مقاصد کو عملی جامہ پہنایا جائے، اور اسرائیل کی ریاست کو مطمئن کر کے اپنا الوسیدھا کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ مختلف قسم کے خطرناک ہتھیاروں کی زرخیزی میں اپنا اول اور آخر سب کچھ داؤ پر لگا تا رہا ہے، مبصرین کا ماننا ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کی ہوڑ بھی اسی نظریہ سے منتج ہے، کیونکہ انہیں یقین ہیکہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے جس سے پہلے ایک عظیم جنگ حتمی ہے۔

واضح رہے کہ 1990ء میں قبرص میں جاری ہونے والی انسانی حقوق کی تنظیم کی ایک رپورٹ میں یہ نقطۂ نظر بھی موضوع بحث تھا، جس میں کہا گیا کہ: امریکہ اور دنال کے تمام ممالک میں ساطسی اور بنابد پرست تنظیمیں اور انجمنیں جو اس بات پر متفق ہیں کہ دنا رکا خاتمہ قریب آچکا ہے، اور یہ کہ اب ہم آخری ایام میں رہ رہے ہیں جس میں آرمگڈون کی جنگ ہوگی جو ایک فیصلہ کن جنگ ہے، جس کا آغاز اسرائیل کی ریاست کے خلاف دنیا کی جنگ شروع کرنے سے ہوگا اور پھر یہودیوں کو شکست ہوگی اور اس کے بعد مسیح آکر دشمنوں کا محاسبہ کریں گے اور فتح حاصل کریں گے، پھر مسیح دنیا پر ہزار سال حکومت کریں گے اور دنا مکمل محبت اور امن سے رہے گی۔

آرمگڈون کا یہودی نظریہ:

اس جنگ سے متعلق سفرالرؤیا میں وارد نص پر یہود کا بھی بھروسہ ہے کہ اس جنگ کا وقوع ارض فلسطین میں کوہ مجدون کے ارد گرد واقع وسیع ترین میدان میں ہوگا، اور مسیح آکر ان کی فوج کی قیادت کریں گے، اور ان کو کفار پر فتح اور نصرت حاصل ہوگی۔ گویا آرمگڈون کا وقوع یہودیت اور عیسائیت دونوں کا مشترکہ عقیدہ ہے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہیکہ یہود کے یہاں مسیح سے مراد عیسی علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے مسیحا یا ان کی زبان میں ان کا نجات دہندہ ہیُبل، یُوبل یا ہُبل ہے اور اس کا لقب ان کے ہاں مسیحا یا مَسِیّا ہے جو داود علیہ السلام کی نسل میں سے ہوگا۔ یہود اس دن کا بڑی شدت سے انتظار کرتے ہیں۔تلمود جو کہ ان کے نزدیک توریت سے بھی زیادہ مقدس ہے کے اندر ہے: " یہودیوں کی مکمل حکومت سے پہلے امتوں کے درمیان ایک جنگ ضروری ہے، جس کے اندر ایک تہائی دنیا نیست ونابود ہوجائیگی اور وہ سات

سالوں تک رہیں گے اور فتح کے بعد جو ہتھیار ان کے ہاتھ میں آئے گا اسے جلا ڈالیں گے"۔اس دن سے متعلق نبی یوئیل کا ایک قول نقل کیا جاتا ہےکہ: "جنگ کا بگل بجاؤ، دونوں مقدس پہاڑوں میں نعرے لگاؤ، دنیا کے سارے باشندے گرجیں، یوم الرب آنے والا ہے، وہ قریب ہے، تاریکی اور غروب کا دن ہے، بدلی وگھٹا اور کہرے کا دن ہے "۔(الانجیل ص-388 سفر الرؤیا16/16)

اور سفر الرؤیا کے اندر ہے: "پوری دنیا کی فوجوں کو شیطانی روحوں نے ھرمجدون نامی جگہ میں اکٹھا کرلیا ہے"۔(سفر الرؤیا- آیات16-12)۔

مشہور آسٹریائی ڈرامہ نگار، صحافی اور یہودیوں کا سیاسی مبصر تھیوڈور ہرتزل(1904-1860)ء) لکھتا ہے: "عالم رؤیا میں بادشاہ مسیح یا مسیا ایک خوبصورت بزرگ کی صورت میں آئے اور مجھے کہا کہ: تم جاکر یہودیوں کو بتادو میں بہت جلد آؤں گا تاکہ عظیم معجزات دکھاؤں، اور اپنے لوگوں کیلئے اور پوری دنیا کے لئے عظیم کام انجام دوں"۔

آرمگڈون اور بہائیت:

بعض بہائی دانشوران اپنے زعم کے مطابق آرمگڈون کو عراق وکویت کے تصادم سے پیدا ہونیوالے جنگ کو گردانتے ہیں، بہائی کارلوتا جیزن کہتا ہے: " آرمگڈون یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کے درمیان ایک دینی جنگ ہے، دنیا کے جو حالات ہیں خاص طور سے سنہ 1991ء سے آرمگڈون کے لئے عالمی منظرنامے کی راہ ہموار کررہے ہیں، اسی طرح موجودہ مسائل وقضایا اس بات کی طرف واضح طور پر اشارہ کررہے ہیں کہ یہ معرکہ عنقریب ہوکر رہیگا"۔

بہائیت کے مطابق معرکہ آرمگڈون سے قبل 144 ہزار افراد اللہ اور اس کے میثاق وعہد کے فہم کے ساتھ ہوں گے اور یہ سب کے سب وہ ہوں گے جنہوں نے بہائی میثاق کا اقرار کیا ہوا ہے۔نیز ان کے مطابق اس سے بڑے آرمگڈون کا معرکہ پیش آئے گا اور اس کے اختتام پر دو تہائی دنیا تہس نہس ہوچکی ہوگی۔

کارلوتا کے مطابق: "آرمگڈون جو آخری زمانے کا معرکہ ہے اس کے اختتام پر یہ کونسل (دوسری عالمی بہائی کونسل) جس کی بنیاد جنوری سنہ 1991 عیسوی میں پڑی ہے، دنیا کی قیادت کی حیثیت سے ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگی، اور اسی وقت یہ چاروں بربریت پسند وحشی ممالک (انگلینڈ، فرانس، روس اور امریکہ) پہلے بہائی سلطنت بن جائیں گے، اور جب دنیا کے تمام ممالک بہائی مذہب کو قبول کرلیں گے تو اس عالم میں نئے سرے سے محکمۃ الرب کا وجود ہوگا"۔

(القاتل الأخیر محمد ابراہیم محروس/ص 166-165، ویکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف)۔

جاری......

☆☆☆

زنا وبدکاری کی مذمت قرآن وحدیث کی روشنی میں

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی، سپول، بہار

زنا وبدکاری انتہائی سنگین اور حد درجہ قبیح ترین گناہ ہے، دین اسلام اس بدکاری کی ہر شکل سے روکتا اور اس کی مذمت کرتا ہے، سراً ہو یا جہراً، ہمیشہ کا ہو یا ایک لحظہ کا، آزادی سے ہو یا غلامی کے ساتھ، اپنوں سے ہو یا بیگانوں سے، حتی کہ اس کی طرف لے جانے والے اسباب المُخادَنہ والمُصادقہ کی بھی نہی ونفی کرتا ہے، یعنی نکاح کے بغیر صنفی تعلق قائم کرنا، خواہ اس کا ارتکاب سماج کی نگاہوں کے سامنے ہو یا پوشیدہ ہر حال میں حرام ہے، قرآن نے جنسی تعلق کے ضمن میں خفیہ آشنائی سے بھی روکا ہے، وَلَا مُتَّخِذِیٓ أَخۡدَان (سورۃ المائدۃ5)

وَلَا مُتَّخِذَٰتِ أَخۡدَان (سورۃ النساء25)

محترم سامعین: ہر گناہ برا اور اس کے اثرات وثمرات برے ہیں، لیکن کچھ گناہ بہت ہی برے اور ان کے نتائج وثمرات اور عواقب نہایت ہی سنگین وتباہ کن ہیں، زنا ایسے ہی بدترین سرفہرست گناہوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"والزنى يجمع خلال الشر كلها: من قلة الدين، وذهاب الورع، وفساد المروءة، وقلة الغيرة، فلا تجد زانيا معه ورع، ولا وفاء بعهد، ولا صدق فى حديث، ولا محافظة على صديق، ولا غيرة تامة على أهله. فالغدر، والكذب، والخيانة، وقلة الحياء، وعدم المراقبة، وعدم الأنفة للحرم، وذهاب الغيرة من القلب من شعبه، وموجباته.

ومن موجباته: غضب الرب بإفساد حرمه وعياله، ولو تعرض رجل إلى ملك من الملوك بذلك: لقابله أسوأ مقابلة .ومنها: سواد الوجه، وظلمته، وما يعلوه من الكآبة والمقت الذى يبدو عليه للناظرين، ومنها: ظلمة القلب، وطمس نوره، وهو الذى أوجب طمس نور الوجه، وغشيان الظلمة له ومنها: الفقر اللازم .وفى أثر: يقول الله تعالى: أنا الله مهلك الطغاة، ومفقر الزناة .ومنها: أنه يذهب حرمة فاعله، ويسقطه من عين ربه، ومن أعين عباده .ومنها: أنه يسلبه أحسن الأسماء، وهو اسم العفة، والبر، والعدالة، ويعطيه أضدادها، كاسم الفاجر، والفاسق، والزانى، والخائن ومنها: أنه يسلبه اسم المؤمن، كما فى الصحيحين، عن النبى صلى الله عليه وسلم -أنه قال: لا يزنى الزانى حين

يزني وهو مؤمن .فسلبه اسم الإيمان المطلق، وإن لم يسلب عنه مطلق الإيمان"..

(روضة المحبين ونزهة المشتاقين لابن قيم الجوزيه صفحه نمبر 493تا 494,و مختصر صيد الخاطر لأبی الفرج عبدالرحمن الجوزی، اختصره، د، أحمد بن عثمان المزيد صفحة نمبر 78)

یعنی .. شر کی ساری خصلتوں، دین کی کمی، پارسائی کا خاتمہ، مروت و اخلاق کی بربادی، قلت غیرت، سب کو سموئے ہوئے ہے۔آپ کسی زانی کو زاہد و عابد نہیں پائیں گے اور نا وفاء عہد والا پائیں گے، جھوٹ، غدر، خیانت، بے شرم، بے غیرت جیسے صفات سے وہ متصف ہوگا۔

زنا وفحش کاری کے عواقب اور نتائج میں سے رب تعالی کی ناراضی، چہرے کی تاریکی اور ظلمت، دل کا اندھیرا اور اس کی بے نوری ہے۔ وہ بدکار کے وقار کو ختم کر دیتا ہے اور اسے اللہ تعالی اور ان کے بندوں کی نگاہوں سے گرا دیتا ہے۔ وہ اس سے پاک دامنی پاک بازی اور نیکی کے بہترین نام چھینے جانے اور ان کے متضاد نام فاجر فاسق زانی اور خائن دلوانے کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح وہ ایمان مطلق (یعنی اس کا ایمان ناقص، ادھورا اور نا مکمل قرار پاتا ہے) کے اعزاز سے محروم کروا دیتا ہے اور اس سے پاکیزہ کا لقب دور کروا کر اس کے بدلے میں ناپاک کا لقب دلوا دیتا ہے۔

علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے زنا وبدکاری کی شناعت وبشاعت کو بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

الف- زانی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، کیونکہ زنا سے اخلاق، روپیہ اور خون تباہ وخراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔ پیدا ہونے والی نسل کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔

ب- زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے، کیونکہ جو شخص زنا کرتا ہے، وہ اپنے خاندان کے لیے ایک نمونہ قائم کرتا ہے۔وہ اپنے گھر تک ایک سڑک بناتا ہے، جس سڑک سے زنا با آسانی اس گھر میں داخل ہو جائے گا۔ تجربے اور مشاہدے ایسی ہزاروں مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

ج- زنا زانیہ پر بھی ظلم ہے، کیونکہ جب عورت ایک بار زنا میں آلودہ ہو جاتی ہے، تو اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں، پھر وہ وقاحت و بے حیائی میں روز افزوں بڑھتی جاتی ہے۔

د- عورت کے اقربا پر بھی ظلم ہے، کیونکہ سب کو ایسی ندامت دامن گیر ہوتی ہے، جس کی کوفت اور صدمہ ان کے دل پر ہمیشہ رہتا ہے۔

ھ- زنا عورت کے شوہر پر بھی ظلم ہے۔ بننے والے شوہر پر اس لیے ظلم ہے، کہ جس اعتماد پر اس نے شادی کی، اس میں دھوکا دیا گیا اور شوہرِ موجود پر ظلم ہے، کہ اس کے واحد حق میں مداخلت کی گئی۔اس کی رسوائی کی گئی۔اس کے مال کا وارث ایسے مولود کو بنایا گیا، جسے استحقاق وراثت نہ تھا۔

و- زنا سے پیدا ہونے والے بچہ پر بھی ظلم ہے، کیونکہ یا تو ایسے بچوں کو ضائع کیا جاتا ہے یا اس کی تربیت صحیح نہیں ہوتی اور یہ تو لازمی ہے، کہ اس کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے ننگ وعار کی زندگی بنایا جاتا ہے۔

ز- زنا ملک اور قوم پر بھی ظلم ہے۔نسلیں محفوظ نہیں

رہتی ہیں۔ وہ اوصاف و خصائل، جو خصوصیات خاندان ہوتے ہیں، نیز صحت عامہ تباہ ہوجاتی ہے۔اوصاف قومی گم ہوجاتے ہیں۔ زنا کے جراثیم گناہ گار والدین سے ان کی آئندہ اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اوران سب امور کا دائمی نقصان قوم کواور پھر ملک کو اٹھانا پڑتا ہے۔

(بحوالہ،الجمال والکمال صفحہ نمبر 220 تا222)

محترم حضرات! زنا کے مفاسد شدید، مہلک اور انتہائی سنگین ہیں۔زنا کے پھیلاؤ کی بنا پر پیدا ہونے والے جنسی امراض میں سے ایک مرض ایڈز کے 2000ء تک چار کروڑ افراد شکار ہوئے اور ایک کروڑ چالیس لاکھ اس کی وجہ سے لقمہ اجل بن گئے۔ 1981ء سے 2007ء تک مرنے والوں کی تعداد دو کروڑ پچیس لاکھ تھی، 2007ء (یعنی صرف ایک سال) میں AIDS/HIV سے مرنے والوں کی تعداد بیس لاکھ اور بیماری کا شکار ہونے والے نئے لوگوں کی تعداد پچیس لاکھ تھی۔ اس مرض میں مبتلا ہونے والے تین ہزار دوسو افراد کا ہر روز علاج کیا جاتا ہے، جب کہ ہر روز اس بیماری میں نئے مبتلا ہونے والوں کی تعداد سات ہزار ایک سو ہے۔ایک اور جنسی مرض (PID) سے بچاؤ اوراس کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے سالانہ اخراجات کا اندازہ تقریباً دو بلین ڈالر ہے، زنا کی بنا پر پیدا ہونے والے حرامی بچے برطانیہ کے بعض شہروں میں کل پیدا ہونے والے بچوں کا دو تہائی ہیں۔ مغربی ممالک میں زنا کی کثرت کی بنا پر لوگ شادی سے منہ موڑ چکے ہیں۔ان میں سے کتنے ملکوں میں سو میں سے ایک شخص بھی شادی کی عمر میں ہونے کے باوجود شادی کی رغبت نہیں رکھتا۔تھوڑی بہت ہونے والی شادیوں میں سے بعض جگہوں میں نصف شادیاں طلاق سے ختم ہورہی ہے۔بعض شادیاں گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہیں۔ زنا کے پھیلاؤ والے معاشروں میں بچوں کی پیدائش ناپسندیدہ قرار پاتی ہے۔ روس میں اسقاط حمل کی شرح 62.5 % ہے۔امریکہ میں 30% حمل آپریشن تھیٹر میں ختم ہوجاتے ہیں۔یورپ کی آبادی 2000ء میں 725 ملین تھی، 2050ء میں یہ تعداد کم ہوکر 600 ملین ہونے کی توقع ہے۔ ماہرین کی رائے کے مطابق اس صدی کے اخیر تک انگریز قوم برطانیہ میں اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی، کیونکہ انگریز اتنے بچوں کو جنم نہیں دے رہے ہیں، جوان کی تعداد برقرار رکھنے کے لیے کافی ہوں۔

زنا کے عام ہونے پر کتنے ہی دیگر جرائم کا دور دورہ ہوتا ہے۔ چوری، ڈاکہ زنی، فساد، قتل و غارت اور خودکشی کے کتنے جرائم کی کڑیاں زنا سے مربوط ہوتی ہیں۔بدکاری اور جنسی بے راہ روی کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہوجاتا ہے، باہمی اتحاد اور آپسی الفت ومحبت تارتار ہوکے رہ جاتی ہے، انسان کے اندر سے مروت اور ثبات قدمی ختم ہوجاتی ہے، باہمی نزاع کو ہوا ملتی ہے، آپس میں بغض و کینہ بڑھتا ہے، ایمان وایقان میں کمی آجاتی ہے، نسلیں مختلط ہوکر رہ جاتی ہیں، رحمت الٰہی دور ہو جاتی ہے اور غضب الٰہی کا نزول ہوتا ہے، طبیعت لذت اندوزی کی عادی ہوجاتی ہے، اور نفس خوف وہراس کا شکار رہتا ہے، احساس اور زندہ ضمیری ختم ہو کر بے حسی اور مردہ ضمیری اپنی جگہ بنالیتی ہے، (تفصیل کیلئے دیکھئے زنا کی سنگینی اور سزا)

مؤقر قارئین! زنا کے متعلق اسلام کا کیا موقف ہے،

آیئے ذیل کے نکات میں ہم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱- زنا، فحش کاری کا عقلاً بہت برافعل ہونا۔

دین اسلام میں یہ بات مقرر ہے کہ زنا عقلی طور پر انتہائی گھناؤنا اور گھٹیا عمل ہے، ہر صاحب عقلِ سلیم اسے قبیح وشدید ناپسندیدہ حرکت سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا (الاسراء:۳۲)

علامہ ابوبکر جصاص آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ حکم شریعت سننے سے پہلے بھی زنا عقلی طور پر ایک برافعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام (فاحشہ بہت بڑی بے حیائی رکھا ہے اور نزول آیت کے پہلے یا بعد کی حالت کی تخصیص نہیں فرمائی۔ (بحوالہ، أحکام القرآن للجصاص 3/260)

شیخ عبدالرحمٰن سعدی نے تحریر کیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے زنا کی قباحت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

كان فاحشة، أي: إنما يستفحش في الشرع والعقل والفطر لتضمنه التجري على الحرم في حق الله وحق المرأة وحق أهلها أو زوجها وإفساد الفراش واختلاط الأنساب وغير ذلك. (بحوالہ تیسیر الکریم الرحمٰن صفحہ نمبر 457)

یعنی اسے شرعی عقلی اور فطری طور پر بہت برا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کی بے حرمتی، عورت کی حق تلفی، اس کے کنبے کے حق کی پامالی یا شوہر کی حق تلفی اور اس کے بستر کی بربادی، انساب میں اختلاط اور ان کے علاوہ دیگر مفاسد ہیں۔

۲- زنا کی اسلام میں ابتدا ہی سے حرمت اور اس پر عقاب ونکال کی وضاحت کی گئی ہے، شریعت اسلامیہ میں بعض برائیاں مختلف مراحل سے گزر کر تدریجا حرام قرار دی گئیں۔ مثال کے طور پر شراب کی حرمت کا حکم تین مرحلوں میں آیا، لیکن زنا کو اسلام میں شروع دن سے ہی حرام قرار دیا گیا۔ یہ بات، بلا شک وشبہ، اسلام میں اس گناہ کی شدید سنگینی اور اس کے بہت بڑا اجرم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

معزز قارئین! اسلامی شریعت میں زنا کے حوالے سے تدریج کا تعلق اس کی سزاؤں سے تھا، اس کی حرمت میں قطعا کوئی تدریج نہیں تھی۔ علاوہ ازیں سزاؤں میں تدریج ان کی نوعیت وکیفیت میں تھی، سزا کے ہونے، نہ ہونے سے اس کا کوئی علاقہ نہ تھا، کیونکہ جس طرح زنا کی حرمت آغاز اسلام سے تھی، اسی طرح اس پر سزا بھی شروع ہی سے تھی۔

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (15) وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا. (النساء:16-15)

تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں۔ ان پر اپنے میں سے چار اشخاص کی شہادت طلب کرو۔ سو اگر وہ گواہی دے دیں، تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت انھیں اٹھالے جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور سبیل نکال دیں۔ اور جو دو مرد تم میں

سے (بدفعلی) کریں، تو ان دونوں کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور (اپنی اصلاح کرلیں، تو ان سے اعراض کرلو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بیحد قبول کرنے والے نہایت مہربان ہیں۔

۳- زنا کا اکبرالکبائر یعنی بہت ہی بڑے گناہ، میں سے ہونا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً. يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً. إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً. وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابا (الفرقان: 68 تا71)

اور وہ لوگ جو اللہ تعالی کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے، اسے قتل نہیں کرتے، مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو یہ کرے گا، وہ سخت گناہ پائے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ودلت هذه الآية على أنه ليس بعد الكفر أعظم من قتل النفس بغير الحق ثم الزنى، ولهذا ثبت فى حد الزنا القتل لمن كان محصنا أو أقصى الجلد لمن كان غير محصن". (بحوالہ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبی 13/76)

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کفر کے بعد قتل ناحق اور پھر زنا سے بڑا کوئی گناہ نہیں، اسی لئے حد زنا میں یہ ثابت ہے کہ شادی شدہ کے لئے قتل اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی انتہائی سزا ہے۔

قال الإمام أحمد -رضى الله عنه -: ليس بعد قتل النفس أعظم من الزنا،

(بحوالہ۔غذاالألباب فی شرح منظومۃ الآداب 2/441)

یعنی، قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

ایک دوسرے مقام پر رب تعالیٰ شانہ نے فرمایا،

وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلاً. وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورا. (الاسراء 32 تا33)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور برا راستہ ہے اور اس جان کو قتل نہ کرو، جسے اللہ تعالی نے حرام کیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔

قابل توجہ: اس مقام پر اللہ تعالی نے قتل ناحق سے پہلے، زنا سے روکا ہے۔ علامہ فخرالدین رازی رحمہ اللہ نے یہاں ایک سوال اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی اعتراض کرسکتا ہے۔

الْمَسْأَلَةُ الْأُولى: لِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: إِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ بَعْدَ الْكُفْرِ بِاللَّهِ الْقَتْلُ، فَما السَّبَبُ فى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى بَدَأَ أَوَّلًا بِذِكْرِ النَّهْيِ عَنِ الزِّنا وثانِيًا بِذِكْرِ النَّهْيِ عَنِ الْقَتْلِ.

کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ

توقتل ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زنا سے روکا اور پھر قتل سے منع کیا؟

تو آپ جواب دیتے ہیں، وجَوابُهُ: أنّا بَيَّنّا أنَّ فَتْحَ بابِ الزِّنا يَمْنَعُ مِن دُخُولِ الإنْسانِ فى الوُجُودِ، والقَتْلُ عِبارَةٌ عَنْ إبْطالِ الإنْسانِ بَعْدَ دُخُولِهِ فى الوُجُودِ .ودُخُولُهُ فى الوُجُودِ مُقَدَّمٌ عَلى إبْطالِهِ وإعْدامِهِ بَعْدَ وُجُودِهِ، فَلِهَذا السَّبَبِ ذَكَرَ اللَّهُ تَعالى الزِّنا أوَّلًا ثُمَّ ذَكَرَ القَتْلَ ثانِيًا. (التفسیر الکبیر للرازی 2/199)

یعنی زنا کے دروازے کا کھولنا، انسان کو وجود میں آنے سے روکتا ہے اور قتل انسان کو وجود میں آنے کے بعد ختم کرنے کا نام ہے۔ انسان کا وجود میں آنا، موجود ہونے کے بعد اس کے خاتمہ اور صفحہ ہستی سے مٹائے جانے سے پہلے ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے زنا کو پہلے اور قتل کو بعد میں ذکر فرمایا۔

سید قطب لکھتے ہیں:

قتل اولاد اور زنا میں باہمی تعلق اور مناسبت ہے۔ اس تعلق اور مناسبت کی وجہ سے زنا کی ممانعت کو قتل اولاد اور قتل نفس کے درمیان لایا گیا ہے۔ بلاشک وشبہ زنا میں متعدد پہلوؤں سے قتل ہے۔ یہ تو آغاز ہی سے قتل ہے، کیونکہ اس میں مادہ حیات کو، اس کی درست جگہ کی بجائے دوسرے مقام میں گرایا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جنین کو تخلیق سے پہلے یا بعد، اس کی پیدائش سے قبل یا بعد قتل کر کے، اس کے اثرات سے خلاصی پانے کی رغبت کارفرما ہوتی ہے، اگر جنین کو زندہ رہنے دیا جائے تو اسے شریر یا ذلت آمیز زندگی کے لیے چھوڑا جاتا ہے۔ یہ زندگی کسی نہ کسی طریقے سے برباد شدہ ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسری شکل میں بھی قتل ہے۔ یہ اس جماعت کا قتل ہے، جس میں زنا کے پھیلاؤ سے انساب ضائع اور خون خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ عزت، آبرو اور اولاد کے بارے میں اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اس کے روابط ٹوٹ جاتے ہیں اور (زنا کی برائی میں مبتلا) جماعت دیگر (انسانی) جماعتوں میں سے قریباً موت کے کنارے کھڑی ایک جماعت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ وہ (یعنی زنا) جماعت کے لیے ایک اور پہلو سے (بھی) قتل ہے، کیونکہ شہوت کا، اس کے ذریعہ بآسانی پورا ہونا، ازدواجی زندگی کو غیر ضروری بوجھ بنا دیتا ہے اور کنبے کو ایسا ذمہ دار ٹھہرا دیتا ہے، کہ اس کا کوئی جواز ہی نہیں رہتا، حالانکہ کنبہ ہی نسل نو کے لیے صالح تربیت گاہ ہے۔ اس کے بغیر نہ تو ان کی فطرت درست ہوتی ہے اور نہ ہی تربیت سدھرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن 5/321)

۴- کسی بھی سابقہ نبی کی بیوی کا کفر کے باوجود بدکار نہ ہونا۔

زنا کی شدید سنگینی پر دلالت کرنے والی ایک بات یہ ہے، کہ حضرات انبیائے سابقین کے بارے میں یہ امکان تھا، کہ ان کی بیویاں کافر ہوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا، کہ ان میں سے کوئی بدکار ہو۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی دو آیات اور ان کے بارے میں چند مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا

صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئاً وَقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ. وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتاً فِيْ الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ. وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ (التحریم ۱۰-۱۲)

علامہ شوکانی رقمطراز ہے:

أيْ: فَوَقَعَتْ مِنهُما الخِيانَةُ لَهُما. قالَ عِكْرِمَةُ، والضَّحّاكُ: بِالكُفْرِ .وقِيلَ: كانَتِ امْرَأةُ نُوحٍ تَقُولُ لِلنّاسِ إنَّهُ مَجْنُونٌ، وكانَتِ امْرَأةُ لُوطٍ تُخْبِرُ قَوْمَهُ بِأضْيافِهِ، وقَدْ وقَعَ الإجْماعُ عَلى أنَّهُ ما زَنَتِ امْرَأةُ نَبِيٍّ قَطُّ.

وقِيلَ: كانَتْ خِيانَتُهُما النِّفاقُ.

وقِيلَ: خانَتاهُما بِالنَّمِيمَةِ. (فتح القدیر للشوکانی 5/357)

یعنی ان دونوں (عورتوں) سے ان دونوں (نبیوں) کے حق میں خیانت ہوئی۔ عکرمہ اور ضحاک نے بیان کیا: ' (وہ خیانت) کفر کے ساتھ ہوئی۔ بلاشبہ اس بات پر اجماع ہے، کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

شیخ ابوبکر جزائری لکھتے ہیں:

قال ابن عباس رضى الله عنهما ما بغت امرأة نبى قط، وهو كما قال فوالله ما زنت امرأة نبى قط لولاية الله تعالى لأنبيائه فكيف يخزيهم ويذلهم حاشاه تعالى أن يخزى أولياء ه (بحوالہ أیسر التفاسیر 5/391)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

انھوں نے بالکل بجا فرمایا ہے۔

واللہ! کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ انبیاء علیہم السلام، اللہ تعالی کے دوست ہوتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ انھیں ذلیل ورسوا کریں؟ اللہ تعالی اپنے دوستوں کو رسوا کرنے سے بلند و بالا ہے۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت میں خیانت سے مراد ان انبیاء علیہم السلام کے دین کو قبول نہ کرنا ہے۔ عزت و ناموس میں خیانت ہرگز مراد نہیں ہے، اس لیے کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوئی، اور یہ ہرگز مناسب نہیں تھا، کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ ہوتی۔ (بحوالہ تیسیر الرحمن لبیان القرآن 1614)

۵- مومن مرد اور مومن عورت کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم ربانی: قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ. وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (سورۃ النور: ۳۰-۳۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالی نے نگاہ کی حفاظت کا حکم دیا، کیونکہ نگاہ دل کے فساد کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس لیے شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے، نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا،

کیونکہ یہ زنا کے اسباب میں سے ہے" (بحوالہ تفسیر ابن کثیر 3/310)

علاوہ ازیں اس میں اللہ تعالیٰ نے نگاہ نیچے رکھنے کا حکم شرم گاہوں کی حفاظت کے حکم سے پہلے دیا، کیونکہ نگاہ زنا کی ایلچی اور بے حیائی کی قاصد ہے اور اس کی مصیبت زیادہ اور بہت سخت ہے۔ بحوالہ التفسیر الکبیر للرازی 23/205

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ:

فتنہ شہوت کا سب سے پہلا سبب اور مقدمہ نگاہ ڈالنا اور دیکھنا ہے اور آخری نتیجہ زنا ہے، ان دونوں کو صراحتاً ذکر کرکے حرام قرار دیا گیا، ان دونوں کے درمیانی حرام مقدمات مثلاً باتیں سننا، ہاتھ لگانا، وغیرہ یہ سب ضمناً حرمت کے حکم میں آ گئے۔ (بحوالہ معارف القرآن 6/399)

شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کرنے کی جتنی صورتیں ہیں، ان سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں، اس میں زنا، لواطت اور اور عورتوں کا باہمی سحاق، جس سے شہوت پوری ہو جائے، ہاتھ سے شہوت پوری کرنا، یہ سب ناجائز اور حرام چیزیں ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن 6/399)

۶- عباد الرحمٰن کا زنا سے بچنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماً. يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً. إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيماً. وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً. (الفرقان ۶۸-۷۱)

۷- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین وحضرات سے زنا نہ کرنے کا عہد وپیمان لینا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئاً وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (الممتحنۃ:۱۲)

۸- زنا کی شر سے پناہ مانگنے کے لئے تعلیم نبوی۔

عن شكل بن حميد العبسي: اللهمَّ إنِّي أعوذُ بك من شرِّ سمْعي، ومن شرِّ بصري، ومن شرِّ لساني، ومن شرِّ قلْبي، ومن شرِّ منِيَّتي، الألباني (ت ١٤٢٠)، صحيح الجامع ١٢٩٢ صحيح أخرجه أبو داود (١٥٥١)، والترمذي (٣٤٩٢)، والنسائي (٥٤٤٤)، وأحمد (١٥٥٨٠) باختلاف يسير.

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، مجھے ایسی دعاء سکھایئے کہ میں اس سے نفع پاؤں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو، اللهمَّ إنِّي أعوذُ بك من شرِّ سمْعي، ومن شرِّ بصري، ومن شرِّ لساني، ومن شرِّ قلْبي، ومن شرِّ منِيَّتي.

اے اللہ مجھے میرے کان، میری آنکھ، میری زبان اور میرے دل کے شر اور میری منی کے شر سے عافیت عطاء فرمایئے۔

منی سے مراد زنا و فجور ہے، علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ اسکی شرح میں لکھتے ہیں:

اور وہ یہ ہے کہ منی کے شر کا اس پر غلبہ ہوجائے اور وہ زنا یا اس کے مبادیات میں مبتلا ہو جائے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی 327/9)

۹- فلاح یافتہ مومنوں کا شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، اور شرم گاہ۔ کی حفاظت نہ کرنے والے کا قابل ملامت اور تجاوز حد میں انتہاء کو پہنچنے والا ہونا۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ. إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ. فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ. أُوْلَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ. الَّذِيْنَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ. (المؤمنون ۱-۱۱)

۱۰- زبان اور شرم گاہوں کی حفاظت جنت کی ضمانت، جیسا کہ روایت ہے:

(عن سهل بن سعد الساعدي :) مَن يَضْمَن لي ما بيْنَ لَحْيَيْهِ وما بيْنَ رِجْلَيْهِ، أضْمَنْ له الجَنَّةَ. (صحیح البخاری:۶۴۷۴)

۱۱- مغفرت اور اجر عظیم پانے والوں کا شرم گاہوں کی حفاظت کرنا۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللَّهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً. (الاحزاب:۳۵)

بیشک مسلمان مرد اور عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں بردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنی والی عورتیں، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں، بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں (ان سب کے) لئے اللہ تعالیٰ نے (وسیع مغفرت) اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

زنا کی سزا کیا ہے؟

پہلی قسم: دنیاوی سزا

۱- اجتماعی سزائیں ۲- انفرادی سزائیں

دوسری قسم: زنا کی اخروی سزا

۱- دنیاوی سزائیں

۲- اجتماعی سزائیں

جیسا کہ ایک حدیث ہے:

لاتَـزالُ أُمَّتی بِـخَيْـرٍ ما لم يَفْشُ فيهِمْ ولَدُ الـزِّنـا، فـإذا فَشا فيهِـمْ ولَـدُ الزِّنا؛ فأوْشكَ أنْ يَـعُـمَّهُـمُ الـلـهُ بعذابٍ (الألبـانـی (ت ١٤٢٠)، صحيح الترغيب ٢٤٠٠ حسن لغيره)

میری امت اس وقت تک خیر و بھلائی کے ساتھ رہے گی، جب تک ان میں اولاد زنا کی کثرت نہ ہوگی، جب ان میں اولاد زنا کی کثرت ہو جائے گی، تو پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیں۔

ایک طویل حدیث ہے:

(عـن عبدالـلـه بـن عـمـر) يـا مَـعْشَـرَ الـمهـاجـريـنَ! خِـصالٌ خَمْسٌ إذا ابتُلِيتُمْ بهِنَّ، وأعـوذُ بـالـلـهِ أن تُدرِكوهُنَّ: لم تَظْهَرِ الفاحشةُ فـی قـومٍ قَـطُّ؛ حتـى يُـعْـلِنُوا بها؛ إلا فَشا فيهِمُ الـطـاعـونُ والأوجـاعُ التـی لـم تَكُنْ مَضَتْ فی أسـلافِهِـم الـذيـن مَضَوْا، ولم يَنْقُصوا المِكْيالَ والـميـزانَ إلّا أُخِـذُوا بـالسِّنِينَ وشِدَّةِ المُؤْنَةِ، وجَـوْرِ السلـطـانِ عـليهم، ولـم يَمْنَعُوا زكـاةَ أمـوالِهـم إلا مُـنِـعُـوا الـقَـطْرَ من السماءِ، ولولا البهـائمُ لم يُمْطَرُوا، ولم يَنْقُضُوا عهدَ اللهِ وعهدَ رسولِه إلا سَلَّطَ اللهُ عليهم عَدُوَّهم من غيرِهم، فـأَخَـذوا بعضَ ما كان فی أيْدِيهِم، وما لم تَحْكُمْ أئـمتُهـم بـكتـابِ الـلـهِ عَزَّ وجَلَّ ويَتَخَيَّرُوا فيما أنْزَلَ اللهُ إلا جعل اللهُ بأسَهم بينَهم.

(الألبـانـی (ت ١٤٢٠)، صحيح الجامع ٧٩٧٨ صحيح أخرجه ابن ماجه (٤٠١٩)، والطبرانی فی المعجم الأوسط (٤٦٧١)، والحاكم (٨٦٢٣) باختلاف يسير)

یعنی، اے گروہ مہاجرین! جب تم پانچ باتوں میں مبتلا کیئے جاؤ اور میں اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتا ہوں، کہ تم انھیں پاؤ۔

کسی قوم میں کبھی بھی زنا عام نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ اسے علانیہ کریں، مگر ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں، جو کہ ان کے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔

عـن زيـنـب أم المؤمنين: .أنَهْـلِكُ وفينا الصّالِحُونَ؟ قالَ: نَعَمْ، إذا كَثُرَ الخَبَثُ.

البـخـاری (ت ٢٥٦)، صحيح البخاری ٧٠٥٩ (صحيح) أخرجه البخاری (٧٠٥٩)، ومسلم (٢٨٨٠)

(کہ انھوں نے بیان کیا): میں نے عرض کیا: "أنهلك وفينا الصالحون؟ کیا نیک لوگوں کے اپنے درمیان ہوتے ہوئے بھی، ہم ہلاک ہو جائیں گے؟

آنحضرت ؟ نے فرمایا:

نـعـم، إذا كثر الخبث . ہاں جب بدکاری زیادہ ہو جائے گی۔

کتاب المفہم کے محققین نے حدیث کے اس حصے پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے: هـلاك الـصـالـحيـن

والطالحين فى حال انتشار الزنى. زنا کے عام ہونے کی حالت میں نیک اور بد (سب لوگوں کا ہلاک ہونا) (بحوالۃ: ہامش المفہم ر)

زنا کی کثرت کے سبب آنے والی عام تباہی اور بربادی کے متعلق امام ابن قیم الجوزیۃ لکھتے ہیں:

"ولا ريب أن تمكين النساء من اختلاطهن بالرجال: أصل كل بلية وشر، وهو من أعظم أسباب نزول العقوبات العامة، كما أنه من أسباب فساد أمور العامة والخاصة، واختلاط الرجال بالنساء سبب لكثرة الفواحش والزنا، وهو من أسباب الموت العام، والطواعين المتصلة .ولما اختلط البغايا بعسكر موسى، وفشت فيهم الفاحشة: أرسل الله إليهم الطاعون، فمات فى يوم واحد سبعون ألفا، والقصة مشهورة فى كتب التفاسير .فمن أعظم أسباب الموت العام: كثرة الزنا، بسبب تمكين النساء من اختلاطهن بالرجال، والمشى بينهم متبرجات متجملات"

خلاصۃ الکلام یہ کہ: زنا عام موت اور مسلسل آنے والی طاعون (کی بیماری) کا سبب ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں طوائفیں داخل ہوگئیں اوران میں بدکاری عام ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کا مرض مسلط کردیا، جس کی وجہ سے ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مرگئے ۔ (بحوالہ۔الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ 281،)

۲- انفرادی سزا

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إذا زنا المحصن رجم حتى يموت،....إنه يجلد أولاً ثم يرجم، ومنهم من قال: إنه يرجم بلا جلد ......ولأن الجلد لا داعى له مع وجود الرجم إلا مجرد التعذيب؛ لأن هذا الرجل الذى استحق الرجم إذا رجم انتهى من حياته، فلا حاجة إلى أن نعذبه أولاً، ثم نرجمه، وهذا القول هو الراجح، ....

وإذا زنا الحر غير المحصن جلد مائة جلدة وغرب عاماً قوله: وإذا زنا الحر غير المحصن جلد مائة جلدة وغرب عاماً إذا زنا الحر غير المحصن، بأن يكون حراً لم يتزوج، أو تزوج ولم يجامع، أو جامع فى نكاح فاسد، أو باطل، أو جامع وهو صغير، أو جامع وهو مجنون، فإن حده أن يجلد مائة جلدة، والدليل قوله تعالى: (**الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منها مئة جلدة**) (النور: ٢)، وثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم فى ابن الرجل الذى زنا بامرأة من استأجره أنه قال له: وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام.

وعن ابن عمر رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم جلد وغرب، وأن أبا بكر جلد وغرب، وأن عمرجلد وغرب وهذا القول هو الصحيح أنه يجمع بين الجلد والتغريب.

بحوالہ الشرح الممتع علی زاد المستقنع 14/231 تا235،

خلاصۃ الکلام یہ ہے:

اول، شادی شدہ بدکار کیلئے رجم، تو کیا رجم کے ساتھ جلد یعنی سو کوڑے بھی لگائیں؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، تو بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلے کوڑے لگائے پھر رجم کرے، اور بعض علماء کہتے ہیں بغیر کوڑا لگائے رجم کر دے، شیخ ابن عثیمین اسی قول کو راجح قرار دیتے ہیں، اسلئے کہ جلد پھر رجم کا مقصد تعذیب میں اضافہ کرنا ہے اور اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جب رجم کر دیا گیا، تو اس کی زندگی ختم ہوگئی وہ مر گیا، بہر حال یہ قول راجح ہے۔

ثانی۔عزاب زانی یعنی، غیر شادی شدہ بدکار۔

تو غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کریں، یہی قول راجح ہے۔

زنا کی اخروی سزا

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اپنے اصحاب سے ان کے خواب کے متعلق دریافت فرماتے، ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور وہ دونوں مجھے لے گئے۔ پس ہم چلے تو تنور (آگ کی بھٹی) کی جیسی چیز کے پاس آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور و غوغا اور آوازیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: پس ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی، جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چیخنے چلانے لگتے۔ آپ نے فرمایا: میں نے ان دونوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے مجھ سے بتایا کہ جن ننگے مردوں اور عورتوں کو آپ نے تنور جیسی عمارت میں دیکھا وہ زنا کرنے والے مرد اور عورتیں تھیں۔ (صحیح البخاری 7047)

(امام ابن حبان نے حضرت ابوامامہ باہلی ان سے روایت نقل کی ہے، (کہ انھوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب میں سو رہا تھا، تو میرے پاس دو آدمی آئے اور انھوں نے میری بغلوں اور کہنیوں کے درمیان سے میرے دونوں بازوؤں سے پکڑا۔

پھر مجھے لے جایا گیا، یہاں تک کہ ایک ایسی قوم کے ہاں لائے، جو ہوا کی بھرائی کی وجہ سے سب چیزوں سے زیادہ پھولے ہوئے، بدترین بدبو اور قبیح ترین شکل و صورت والے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

کہا گیا ''زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں''۔ (ابن حبان (ت ۳۵۴)، صحیح ابن حبان ۷۴۹۱ أخرجہ فی صحیحہ)

حضرات قارئین: موجودہ دور میں تہذیب نو کی کثافت، گھٹیا نیو اسٹائل لائف اور انٹرنیٹ (فیسبک، یوٹیوب، انسٹاگرام، اسنیپ چیٹ، ودیگر سوشل سائیٹس) کی بے لگام دنیا نے زنا و فحش کاری کو بڑا بڑھاوا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلم نوجوان تباہ و برباد ہو رہے ہیں، گرل فرینڈ اور جھوٹے عشق کے دام فریب میں پھنس کر اپنے دین و ایمان کو بیچ رہے ہیں، مرتد ہو رہے ہیں، لڑکیاں بھاگ کر ناجائز شادیاں رچا رہی ہیں، بلکہ اس سے بھی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ کم سن اور نادان بچوں میں بھی زنا کاری اغلام

بازی قوم لوط والا عمل، سحاق وغیرہ کثرت سے عام ہو گیا ہے۔

یہاں پر ایک نہایت ہی تکلیف دہ بات یہ بھی ہے کہ دور حاضر میں دنیا کے تقریباً 113/ ممالک میں ہم جنس پرستی کو قانوناً درست تسلیم کر لیا گیا ہے، جن میں بعض نام نہاد مسلم ممالک بھی ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی 6/ ستمبر 2018ء کو اسے قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا ہے۔

اور اب ان ممالک کے اندر یہ کوئی معیوب اور خلاف فطرت بات نہیں ہے، بلکہ انسانوں کی آزادی کے تحت یہ ان کا بنیادی حق قرار پا چکی ہے۔ جب کہ یہ فطرت کے ساتھ بغاوت اور حیوانی سطح سے بھی گری ہوئی انتہائی حماقت وغباوت کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ زنا جیسی سنگین اور اس قبیل کے ساری گناہوں سے ہمیں محفوظ و مامون رکھے، آمین

☆☆☆

اللہ کے ولیوں سے دشمنی کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے، میں نے بندے پر جو چیزیں فرض کی ہیں ان سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہیں جس سے وہ میرا قرب حاصل کرے (یعنی میرے فرض کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے بھی میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے (ذوق عبادت اور فرض کی ادائیگی اور نوافل کے اہتمام کی وجہ سے) محبت کرتا ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہوں، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے وہ ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری)

مولانا نعیم الدین مدنی رحمہ اللہ: حیات وخدمات

عبدالرحمٰن محمد ایوب سلفی
متعلم جامعہ سلفیہ بنارس

نام ونسب:

نعیم الدین بن محمد ابراہیم بن حوصل سلفی مدنی

ولادت باسعادت:

آپ ۱۵/ نومبر ۱۹۵۴ء کو اپنے آبائی گاؤں کوپور گرانٹ ٹولہ نبھوا میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر:

آپ رحمہ اللہ کا خاندان ایک معروف ومشہور خاندان تھا، آپ رحمہ اللہ کے والد محترم جناب مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ مشہور عالم دین وداعی تھے اور سماج ومعاشرہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اپنے اعمال وخدمات، اخلاق وصفات، دعوتی اور دینی سرگرمیوں کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ جب تک آپ رحمہ اللہ کے والد محترم باحیات رہے اپنے گاؤں میں عیدین کی نماز کی امامت کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

آپ رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم بھٹ پرا میں حاصل کی۔

فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ بحر العلوم انتری بازار میں حاصل کی۔ پہلی جماعت سے تیسری جماعت تک عربی کی تعلیم اپنے علاقہ کے مشہور تعلیمی ادارہ جامعہ دار الہدیٰ یوسف پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال تک جامعہ رحمانیہ بنارس میں رہے۔ پھر جماعت عالمیت یعنی خامسہ وسادسہ کی تعلیم کے لئے جامعہ سلفیہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں سند عالمیت سے سرفراز کئے گئے۔

فضیلت کی تعلیم بھی جامعہ سلفیہ بنارس میں ہی پوری کی اور ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں سند فضیلت حاصل کرکے فارغ التحصیل ہوئے۔

فراغت کے بعد آپ رحمہ اللہ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ چنانچہ وہاں آپ نے چار سالوں تک تعلیم حاصل کی اور ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں اجازہ عالیہ یعنی بی اے لیسانس کی ڈگری حاصل کی۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں اس وقت دعوت وتبلیغ میں مہارت حاصل کرنے اور فارغین جامعات کو ٹریننگ دینے کے لئے ڈپلومہ عالی کا کورس چلتا تھا، بفضل الٰہی آپ رحمہ اللہ کو اس میں داخلہ مل گیا، چنانچہ یہ کورس مکمل کرکے آپ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ سے وطن عزیز واپس لوٹ آئے۔

درس وتدریس:

رابطہ عالم اسلامی سے ڈپلومہ عالی کورس سے فراغت کے بعد ۱۸/ نومبر ۱۹۸۲ء سے آپ رحمہ اللہ اپنے مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس سے منسلک ہو گئے اور کم وبیش ۳۹/ سالوں کے طویل عرصے تک اس جامعہ سے وابستہ رہے۔

تفسیر وحدیث اور دیگر فنون کی کتابیں آپ رحمہ اللہ کے زیر تدریس رہیں، خاص طور سے صحیح بخاری وفرائض، فقہ، اصول فقہ، بلاغہ برسوں تک آپ رحمہ اللہ پڑھاتے رہے۔

آپ رحمہ اللہ جس سال داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اس سال صحیح بخاری، صفوۃ السیرۃ النبویۃ، ادیان وفرق، البلاغۃ الواضحۃ، شذا العرف فی فن الصرف جیسی کتابوں کا درس دے رہے تھے۔ ان کے علاوہ سنن ابی داود، تفسیر جلالین، سراجی، امتاع العقول وغیرہ کتابیں بھی آپ کے زیر تدریس رہ چکی ہیں۔

درس وتدریس میں استاذ محترم اپنے نرالے انداز کی وجہ سے طلبہ کے درمیان معروف ومشہور تھے۔ نہایت ہی شفقت ومحبت کے ساتھ مسائل کو اس انداز میں واضح کرتے کہ دل مطمئن ہو جاتا تھا۔ عبارت خوانی پر گہری نظر رکھتے، نحو صرف، لغت اور مسائل کی وضاحت کرتے۔ دوران درس طلبہ کی جانب سے آئے سوالات پر کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے۔ سفیان احمد سلفی بن ریاض الدین جو ۲۰۲۳ء میں جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہوئے، انہوں نے بتایا کہ آپ رحمہ اللہ کا درس بخاری کا انداز کچھ یوں تھا: اولاً عبارت خوانی، حدیث کا سلیس ترجمہ، فقہی مسائل پر گفتگو اور راجح قول کی تعیین، حدیث میں وارد غریب الفاظ کی شرح، حدیث کے درمیان تعارض کی تطبیق کے ساتھ ساتھ راویان حدیث پر بوقت ضرورت گفتگو کرتے تھے۔

شیخ رحمہ اللہ کے درس میں شاید ہی کوئی ایسا طالب علم رہا ہو جس نے اکتاہٹ محسوس کی ہو کیونکہ شیخ رحمہ اللہ کا انداز اتنا نرالہ تھا کہ سب کی نگاہیں شیخ رحمہ اللہ کے چہرے کی طرف ٹکی رہتی تھیں کہ شیخ رحمہ اللہ اب کیا بولیں گے۔ دوران درس شیخ رحمہ اللہ بعض دفعہ مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

بحیثیت شیخ الجامعہ:

آپ رحمہ اللہ ایک مدت سے درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے کہ دسمبر ۲۰۰۶ء کو بطور نائب شیخ الجامعہ آپ رحمہ اللہ منتخب کئے گئے۔ آپ رحمہ اللہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے کہ آپ رحمہ اللہ کی صلاحیت، حسن اخلاق، نرم دلی، خوش مزاجی اور کام کرنے کے طور طریقے کو دیکھ کر ذمہ داران جامعہ نے اکتوبر ۲۰۰۹ء میں شیخ الجامعہ کے عظیم منصب کے لئے منتخب کرلیا۔ آپ رحمہ اللہ احسن طریقے سے یہ ذمہ داری انجام دیتے ہوئے ۲۵/ مئی ۲۰۱۶ء کو اس منصب سے مستعفی ہو گئے۔

شیخ الجامعہ کے عہدہ سے استعفیٰ دینے کے بعد بھی آپ حسب معمول جامعہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

بحیثیت مفتی:

آپ رحمہ اللہ ۷/۹/۱۹۸۹ء میں جامعہ سلفیہ کے شعبہ افتاء کے رکن منتخب کئے گئے اور فتویٰ نویسی کا کام انجام دینے لگے۔ ایک بار نماز میں قرأت وغیرہ کے مسئلے پر مولانا رئیس احمد ندوی رحمہ اللہ سے کچھ اختلاف ہو گیا، ان کا تحریر کردہ فتویٰ مولانا ندوی رحمہ اللہ کے خلاف تھا جسے دیکھ کر مولانا نے آپ کو ڈانٹا اور آپ پر ناراض ہوئے لیکن آپ بھی اپنے موقف پر قائم رہے کیونکہ دلائل کی روشنی میں اپنے موقف کو صحیح اور درست سمجھتے تھے۔ آپ نے صبر وسکون اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا، اپنے استاذ محترم کے سامنے ایک

لفظ بھی بولنے کی جرأت نہ کی۔ پھر ۱۱/۱۲/۱۹۹۱ء کو فتویٰ نویسی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔

لیکن آپ رحمہ اللہ کا سبکدوش ہونا اللہ رب العزت کو منظور نہ تھا کیونکہ آپ رحمہ اللہ اس دنیائے انسانیت کے لئے ایک مثالی شخصیت کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے منتظمین جامعہ نے پھر آپ رحمہ اللہ کو مفتی کی ذمہ داری دے دی اور تاوفات آپ دارالافتاء کے رئیس رہے۔

(بقول موجودہ شیخ الجامعہ جناب مولانا محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ)

بحیثیت خطیب:

آپ رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ کی مسجد اور شہر بنارس کی مساجد میں گاہے بگاہے خطبہ جمعہ کا اہتمام کرتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ کا خطاب تکلف سے پاک، دلائل سے پُر صاف اور سادہ انداز کا ہوتا، پیشہ ور خطیبوں کی طرح گھن گرج اور نہ مشہور واعظوں کی طرح رقت طاری کرنے کی ماحول سازی، نشیب وفراز کے بجائے تقریباً درسی انداز میں آپ رحمہ اللہ خطبہ دیتے اور جس موضوع کو اختیار کرتے دوران خطبہ اس میں شوشے پیدا کرکے وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ عوام الناس کو بہتر انداز میں سمجھانے کی کوشش کرتے۔ آپ رحمہ اللہ گاہے بگاہے علمی اجتماعات اور دینی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

علمی وتصنیفی خدمات:

آپ رحمہ اللہ کا ''الاسراء والمعراج'' پر ایک طویل مقالہ ہے جو نظر قارئین ہو چکا ہے۔

یہ کتاب دراصل آپ رحمہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں لکھی تھی۔ یہ ایک مقدمہ، تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں اسراء ومعراج کی لغوی واصطلاحی تعریف، دوسری میں اقوال علماء اور تیسری میں مخالفین معراج النبی ﷺ کے اعتراضات اوران کے جوابات ہیں۔ دوسرے باب میں دو فصلیں ہیں، پہلی فصل میں تعداد معراج اور دوسری میں حکمت معراج از مکہ تا بیت المقدس پھر آسمان پر جانے کا ذکر اور تیسرے باب میں تین فصلیں ہیں، پہلی فصل میں ان نشانیوں کا ذکر ہے جنہیں آپ ﷺ نے دیکھا، دوسری میں رویت باری تعالیٰ کے سلسلے میں بحث ہے اور تیسری میں معراج کے فوائد کا ذکر ہے اور خاتمہ میں مذکورہ تمام مباحث کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ عربی زبان میں ۱۲۸/صفحات پر مشتمل ہے۔

(علماء اہل حدیث ہنداوران کی تصنیفی خدمات،ص:۵۰۲)

اس کے علاوہ ماہنامہ 'صوت الامۃ'' بنارس میں آپ رحمہ اللہ کے مضامین گاہے بگاہے شائع ہوتے رہے ہیں جن میں سے ایک مضمون قربانی کے مسائل پر بھی ہے۔

بحیثیت امام:

آپ رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ کی ذمہ داریوں سے فرصت پاتے اور اپنے گھر جاتے تو گاؤں اور علاقہ کے لوگ بھی آپ رحمہ اللہ سے مستفید ہوتے تھے، آپ رحمہ اللہ کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ رحمہ اللہ ۱۹۹۷ء تا ۲۰۱۸ء عیدگاہ کی امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ۲۰۱۸ء میں عید الفطر منانے کے سلسلے میں اختلاف ہوا کہ عید منایا جائے یا نہیں۔ تین گاؤں کے باوقار لوگوں نے فیصلہ کرکے اعلان کیا کہ کل عید منائی جائے گی، لیکن فجر کے وقت مولوی حفیظ

اللہ صاحب نے اعلان کیا کہ کل روزہ رکھا جائے گا حالانکہ چاند دیکھنے کی تصدیق ہو چکی تھی اور جمعیت اہل حدیث نے اعلان کیا تھا کہ کل روزہ نہیں رکھا جائے گا لہٰذا اعلان کے مطابق آپ رحمہ اللہ کے گاؤں کے تمام لوگ اور بھٹ پرا گاؤں کے آدھے لوگوں نے عید کی نماز ادا کی۔ آپ رحمہ اللہ کو اختلاف کرنے والوں پر غصہ آیا کیونکہ عید کی نماز کے لئے فیصلہ کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شریک تھے اسی وجہ سے آپ رحمہ اللہ نے نماز عیدین کی امامت سے معذرت کر لی۔

(بقول عبدالحق سلفی بن نعیم الدین مدنی رحمہ اللہ)

اخلاق واوصاف:

آپ رحمہ اللہ ایک قابل، باصلاحیت اور مخلص انسان تھے، علم کے ساتھ عمل سے بھی آراستہ تھے، آپ رحمہ اللہ کے اندر دینی اور دعوتی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ رحمہ اللہ اخلاص وللّٰہیت صبر ورضا، حلم وبردباری، محنت ولگن، جفاکشی اور تندہی جیسی صفات سے متصف تھے۔

آپ نہایت ہی ہنس مکھ، شاداب اور خوش مزاج شخص تھے، تمام اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ کھل کر گفتگو فرماتے۔ عام طور پر مزاحیہ اور ظریفانہ لہجے میں اپنی بات کہہ جایا کرتے لایعنی گفتگو سے ہمیشہ احتراز کرتے اور اپنی سادہ لوحی کے ساتھ ایک کامیاب استاد اور طلبہ کے مربی رہے۔ جب آپ رحمہ اللہ کی کسی سے ملاقات ہوتی تو ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کرنے میں پہل کرتے اور محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔

مشہور اساتذۂ کرام:

آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں مولانا محمد ابراہیم رحمانی یوسف پوری، مولانا عبدالاحد یوسف پوری، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا محمد آزاد رحمانی، مولانا عبد الوحید رحمانی شیخ الجامعہ، مولانا محمد رحمانی، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا عبدالسلام مدنی، شیخ عبدالحسن العباد، شیخ عبداللہ غنیمان، شیخ علی عبدالرحمٰن حذیفی، شیخ ابراہیم السقا وغیرہم ہیں۔

(سالنامہ تاریخ اہل حدیث: ۲۰۱۷ء، ص: ۵۵۷)

تلامذہ:

آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ کی تعداد یوں تو بہت زیادہ ہے۔ ظاہری بات ہے کہ ایک طویل عرصے سے جماعت کی مرکزی درسگاہ جامعہ سلفیہ بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کی وجہ سے حلقۂ تلامذہ کا وسیع ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ایک بڑی تعداد نے آپ رحمہ اللہ سے علوم شرعیہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا ہے جس میں راقم الحروف بھی شامل ہے۔ میں نے آپ رحمہ اللہ سے عالمیت سال اول میں ''شذاالعرف فی فن الصرف'' اور ''البلاغۃ الواضحۃ'' جیسی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہونے کی وجہ سے ان کے اسماء گنانے سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

اولاد:

آپ رحمہ اللہ کے (۴) چار لڑکے اور (۴) چار لڑکیاں ہیں۔ لڑکوں کے نام عبدالحق، ضیاء الحق، عبدالرحمٰن، عبدالسلام اور لڑکیاں مومنہ، آمنہ، فاطمہ اور ناظمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت وعافیت اور ترقی عطا فرمائے، آمین۔

بیوی کی وفات کا صدمہ اور علالت:

آپ رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ شوگر و بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں، شوگر کی وجہ سے ایک کڈنی خراب ہو چکی تھی۔ ۱۴؍جون ۲۰۲۱ء کو طبیعت زیادہ ناساز ہوئی، گھر سے ہاسپٹل لے جاتے وقت راستے میں ہی انتقال کر گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد ہی سے آپ رحمہ اللہ کچھ پریشان رہنے لگے، اس پریشانی کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کی طبیعت بگڑنے لگی۔ مختصر علاج کرانے پر افاقہ نہ ہونے کی وجہ سے ۷؍اگست ۲۰۲۱ء کو گورکھپور کے جگدیش ہاسپٹل میں داخل کرایا گیا۔ مرض میں افاقہ نہ ہوا جس کی وجہ سے ڈاکٹروں نے ۹؍اگست ۲۰۲۱ء کو دہلی کے لئے ریفر کر دیا۔ دہلی پہنچ کر ۱۰؍اگست ۲۰۲۱ء کو سب سے پہلے صفدر جنگ ہاسپٹل گئے، وہاں مریضوں کے ازدہام کی وجہ سے داخل نہ ہو سکے، اس کے بعد شاہین باغ آگئے، پھر آپ رحمہ اللہ کے دوست مولانا جمیل احمد مدنی، مولانا احمد سلفی و دیگر احباب کے مشورے سے آپ کو رام منوہر لوہیا ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرایا گیا، وہاں بھی کچھ فائدہ دیکھنے کو نہیں ملا، پھر ڈاکٹروں کے ریفر کرنے پر آپ ایمس میں داخل ہوئے۔

ایمس میں ڈاکٹروں نے رام منوہر لوہیا کی رپورٹ دیکھی تو بتایا کہ انہیں فوراً بلڈ کی ضرورت ہے لہٰذا آپ رحمہ اللہ کے نواسے عبداللہ نے بلڈ دیا، پھر ڈاکٹر نے سفید خون چڑھایا۔ ۱۳؍اگست ۲۰۲۱ء کو بڑے ڈاکٹر کو دکھانے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر نے پرانی ساری رپورٹیں دیکھیں اور بلڈ چیک کرنے کے بعد بلڈ کینسر کا شک ظاہر کیا۔ ۲۴؍اگست ۲۰۲۱ء کو ایک ٹیسٹ ہونا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ شیخ رحمہ اللہ کس مرض میں مبتلا ہیں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

(بقول عبدالحق سلفی بن نعیم الدین مدنی رحمہ اللہ)

وفات:

۲۱؍اگست کو رات دو بجے بخار کی ابتداء ہوئی، صبح ہوتے ہوتے بخار شدید ہو گیا اور سانس لینے میں دشواری بھی ہونے لگی۔ آپ رحمہ اللہ کو فوراً ایمس کے لئے روانہ کیا گیا۔ ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوتے ہی سانس رک گئی۔ تقریباً ۱۲؍گھنٹے وینٹی لیٹر پر علاج ہوتا رہا۔ ۲۲؍اگست ۲۰۲۱ء بروز اتوار بارہ بجے شب میں آپ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(بقول عبدالحق سلفی بن نعیم الدین مدنی رحمہ اللہ)

اللہ رب العالمین شیخ محترم کی لغزشوں کو درگزر فرما کر ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے، آمین۔

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

اصول وضوابط برائے امتحانات ونتائج ۲۴-۲۰۲۳ء:

تعلیمی معیار کو بلند کرنے میں امتحان کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے طلبہ شب وروز محنت کرکے پڑھے ہوئے اسباق کو ازبر کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تعلیم گاہوں میں امتحان کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور امتحان کو صاف شفاف اور طلبہ کے لئے مفید بنانے کے لئے تعلیمی اداروں کے ذمہ داران جامع اور ٹھوس قوانین وضوابط بناتے آئے ہیں۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کی ایک بڑی خوبی یہ رہی ہے کہ یہاں تعلیم وتربیت اور اس سے متعلقہ امور میں جمود نہیں پایا جاتا ہے بلکہ حسب ضرورت اس میں مناسب تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔اسی سلسلہ کی ایک میٹنگ بتاریخ ۲۴/جولائی بروز سوموار محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی صاحب حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں مجلس تعلیمی اور ادارہ الامتحان کے اراکین نے شرکت کی۔اس میٹنگ میں بڑے غور وخوض اور تبادلۂ خیال کے بعد امتحانات اور ان کے نتائج سے متعلق ٹھوس اصول وضوابط بنائے گئے جو حسب ذیل ہیں:

● **حاضری:**

۱-امتحان میں شرکت کے لئے ۸۵٪ حاضری ضروری ہے۔

۲-امتحان کی تاریخ سے دو ہفتہ پہلے طالب علم کی حاضری چیک کی جائے گی۔

۳-اگر طالب علم کو کوئی متعدی مرض لاحق ہوا ہے۔ مثلاً ٹی.بی.، ٹائفائڈ، یا فریکچر جس کے علاج میں لمبا وقت درکار رہتا ہے تو اس کے عذر پر امتحانی کمیٹی غور کرے گی۔

۴-والدین میں سے کسی کے انتقال ہونے پر اگر غیر حاضری ہوئی ہے تو بھی قابل غور ہوگا۔

● **کاغذات:**

اگر کسی طالب علم کے کاغذات میں کمی پائی جائے گی تو اس کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

● **فیس وجرمانہ:**

کسی قسم کی رقم جو واجب الادا ہو اس کے بقایا کی صورت میں بھی امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

● **غلط بیان وناز یبا حرکت:**

اگر کسی طالب علم کے کاغذات میں کچھ بھی فرضی پایا جائے یا اس نے رخصت کی غلط درخواست یا فرضی دستخط سے درخواست پیش کی ہے تو ایسے طالب علم کو امتحان میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

● **امتحان گاہ: یونیفارم:**

امتحان گاہ میں یونیفارم میں ہی داخلہ کی اجازت

ہوگی۔ جو طالب علم یونیفارم میں نہیں ہوگا وہ امتحان گاہ میں بیٹھنے کا مجاز نہ ہوگا۔

● **امتحان گاہ میں حاضری:**

امتحان شروع ہونے سے دس منٹ پہلے ہر طالب علم کو اپنی سیٹ پر بیٹھنا ہوگا وقت پر گھنٹی لگنے کے بعد داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔

● **نقل کرنا یا گفتگو کرنا:**

۱- امتحان کا وقت شروع ہونے کے (30) منٹ تک طالب علم نگراں امتحان سے پرچہ میں سوال کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے بعد کسی سے پوچھنے کی اجازت نہ ہوگی اور آپس میں گفتگو کرتے ہوئے پکڑا گیا تو اس کی کاپی پر نوٹ چڑھا دیا جائے گا اور امتحانی کمیٹی اس پر فیصلہ کرے گی۔

امتحان گاہ میں کاپی کتاب، نوٹ بک، موبائل اسمارٹ واچ یا کسی قسم کا نوٹ ممنوع ہے اگر کسی طالب علم کو کسی طرح سے نقل کرتا ہوا پایا گیا تو اس کا امتحان کالعدم ہو جائے گا۔

۲- طالب علم کاپی پر رول نمبر لکھے گا نام نہیں۔

۳- اگر کسی کاپی پر طالب علم نے اپنی شناخت ظاہر کی یا نام لکھا تو ایسی کاپی مدیر الامتحانات کے حوالے کی جائے گی وہ اپنی صوابدید سے اس کا فیصلہ کرے گا یا نمبر کم کیا جائے گا یا کاپی رد سمجھی جائے گی اور اس مادہ میں طالب عالم فیل مانا جائے گا۔

۴- اگر کوئی طالب علم سند کے علاوہ کسی ایک پرچہ یا مادہ میں فیل ہے اور بقیہ میں پاس ہے تو اس کو پاس ناجح (بالجبر) Promoted کی مارکشیٹ دی جائے گی۔

۵- جو طالب علم دو پرچہ یا مادہ میں فیل ہوگا اس کو فیل مانا جائے گا فیل طالب علم کو ترقی نہیں دی جائے گی۔

امتحان گاہ میں چائے وغیرہ کا انتظام ادارہ کی طرف سے ہوگا۔

● **ضمنی امتحان:**

جامعہ میں ۲۰۲۳-۲۴ء سے ضمنی امتحان نہیں ہوگا۔

صرف سنۃ الشھادۃ کے طالب علم کو اس شرط پر اجازت دی جا سکتی ہے کہ اگر اس نے کوئی معقول عذر کو پیش کیا ہو اور اس کا مستند ثبوت ہو تو ایسے طالب علم کے لئے امتحانی کمیٹی ذمہ دار کے مشورہ سے خصوصی ضمنی امتحان کی گنجائش نکال سکتی ہے اور اس کا امتحان جامعہ کے نئے تعلیمی سال کے تعلیم شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی لیا جائے گا۔

● **پاس مارک اور اس کی درجہ بندی:**

ہر مادہ یا ہر پرچہ میں ۳۳ نمبر پاس مانا جائے گا اس سے کم نمبر فیل ہوگا:

۳۳ سے ۴۴ نمبر سوم یا مقبول (Third Division)

۴۵ سے ۵۹ نمبر دوم یا جید (Second Division)

۶۰ سے ۸۴ نمبر اول یا جید جدا (First Division)

۸۵ کے اوپر ممتاز (Distinction)

سلسلۃ المحاضرات العلمیۃ کا دوسرا پروگرام

"سلسلۃ المحاضرات العلمیۃ" کا دوسرا آن لائن پروگرام ۲۷/ جولائی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء 'قاعۃ المحاضرات' میں زیر صدارت فضیلۃ الشیخ خورشید عالم مدنی حفظہ اللہ استاذ و مدیر مجلّہ 'صوت الامۃ' جامعہ سلفیہ بنارس بعنوان'' رکائز الأخلاق '' منعقد ہوا۔ پروگرام

کے مہمان خصوصی ومحاضر عالم عرب کے معروف ومقبول اور مستند سلفی عالم دین فضیلۃ الدکتور عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر حفظہ اللہ وتولاہ (مدرس مسجد نبوی، مدینہ منورہ) تھے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز مصدق علی محمد انیق الاسلام کی تلاوت قرآن سے ہوا، پھر خورشید شمس شمس الدین نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد فضیلۃ الدکتور عبدالحلیم بسم اللہ مدنی صاحب حفظہ اللہ (استاذ ورئیس المجلس التعلیمی) نے مہمان خصوصی کا تعارف کراتے ہوئے ان کی حیات وخدمات اور علمی جلالت شان اور دنیائے علم وفن میں ان کے مقام ومرتبہ کو جامع انداز میں بیان کیا۔ اس کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کا محاضرہ طلبہ کے سامنے پیش کیا گیا، محاضرہ مواد اور دلائل اور موعظت سے پُر بڑا علمی اور مفید تھا جس میں اسلامی اخلاق کی اہمیت وفضیلت اور اس کی افادیت پر ٹھوس گفتگو کی گئی۔ اخلاقیات کے اساسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر بدر حفظہ اللہ نے کہا کہ اخلاق کی بنیاد چار حدیثوں پر ہے: (۱) لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه. (۲) من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت (۳) لا تغضب (۴) من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه.

الحمد للہ طلبۂ جامعہ نے محاضرہ کو بغور سنا اور خوب استفادہ کیا اور اپنے علم میں اضافہ کیا۔ اس کے بعد محاضرہ ہی سے متعلق طلبہ سے چند سوالات کئے گئے، بعض طلبہ نے صحیح جواب دینے میں کامیابی حاصل کی جن کو کتاب کی شکل میں گراں قدر انعامات دیئے گئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب طلبہ کے نام حسب ذیل ہیں:

سلمان ابوالمکرّم، عبدالکریم بادل شیخ، مصدق علی محمد انیق الاسلام، خورشید شمس شمس الدین، اسامہ امین امین اللہ، شمس الدین ابوشمہ، شعیب ظہیر الدین، محمد اطہر، ابرارالحق، عبداللہ انس شمیم احمد، محمد اسحاق، صفی الرحمٰن، آصف اسرائیل۔

مذکورہ طلبہ کو درج ذیل کتابیں انعام میں دی گئیں۔

فقه اسماء الحسنى، البيهقي وموقفه من الإلهيات، تاريخ عمر بن الخطاب، زبدة تعجيل المنفعة وغیرہ۔

اخیر میں فضیلۃ الشیخ خورشید عالم مدنی صاحب نے صدارتی خطاب پیش کیا۔ انہوں نے صدارتی خطاب میں پروگرام کو سراہا اور اس طرح کے پروگرام کو طلبہ کے لئے مفید وسودمند قرار دیتے ہوئے طلبہ کو نصیحت کی کہ آپ حضرات اس پروگرام میں مزید تیاری کے ساتھ شرکت کریں اور اس سے مزید استفادہ کریں۔ پھر انہوں نے محاضرہ کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ پوری زندگی اخلاق کی تعلیم دیتے رہے، بلکہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مکارم اخلاق کا اتمام تھا نیز انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے بتایا کہ اہل السنۃ والجماعہ کے اصول میں اسلامی اخلاق کو اختیار کرنا ہے اور طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کہیں بھی جائیں گے تو پہلے آپ کے منہج، آپ کی صلاحیت کے بارے میں لوگ نہیں پوچھیں گے بلکہ آپ کے اخلاق سے آپ کے معیار کا اندازہ لگائیں

گے، اس لئے آپ حضرات اپنے آپ کو حسن اخلاق سے مزین کریں اور اخلاقی اعتبار سے خود کو مضبوط کریں۔ الحمد للہ پروگرام بڑا کامیاب ومفید رہا۔ پروگرام کی نظامت کا فریضہ جامعہ کے ممتاز وہونہار طالب فوزان حلیم عبدالحلیم نے بہترین انداز میں انجام دیا۔

’برنامج اتقان‘ کا دوسرا پروگرام اختتام پذیر:

"برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية" کا دوسرا پروگرام بتاریخ ۳/اگست ۲۰۲۳ء بروز جمعرات بمقام ’قاعۃ المحاضرات‘ زیر صدارت فضيلة الدكتور عبدالحلیم بسم اللہ مدنی حفظہ اللہ (استاذ ورئیس المجلس التعلیمی جامعہ سلفیہ بنارس) منعقد ہوا، جس کا مرکزی عنوان ’تاریخ اسلام کا مطالعہ کیوں اور کیسے؟‘ تھا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز مصدق علی انیق الاسلام کی تلاوت قرآن سے ہوا، پھر عبدالواحد انصاری عبدالمجید انصاری نے نعت نبی پڑھی، اس کے بعد عبداللہ سہیل بن عبدالحفیظ نے ’’آئینہ ایام تاریخ: ایک مطالعہ‘‘ کے عنوان پر بہترین مقالہ پیش کیا۔ موصوف نے اپنے مقالہ میں جو باتیں بیان کیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- مطالعۂ تاریخ میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا چاہئے۔
- مطالعۂ تاریخ میں کسی بھی طرح کے تعصب سے گریز کرنا ضروری ہے۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے البتہ وہ معصوم عن الخطا نہیں تھے۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آپسی اختلاف میں خاموشی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ ان کا اختلاف اجتہاد کی بنیاد پر تھا۔
- خلفائے اربعہ پر جو اعتراضات ہیں، سب کا مدلل ومسکت جواب علماء اسلام نے دیا ہے وغیرہ۔

اس کے بعد اسامہ امین امین اللہ نے ’’حسن البيان فيما في سيرة النعمان‘‘ ایک تعارف کے عنوان پر ایک جامع مقالہ پیش کیا۔ موصوف نے اپنے مقالہ میں مؤلف کتاب مناظر اسلام علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح بیان کرتے ہوئے کتاب کی تالیف کا پس منظر وجہ تالیف کا ذکر کیا اور کتاب میں مذکور مواد کو مختصراً نکات کی صورت میں پیش کیا۔

اس کے بعد منیر ظفر ظفر الدین نے بہترین آواز وانداز میں ایک نظم پڑھی، پھر مرتضی ماہر نے مزاحیہ خبرنامہ سے جملہ سامعین کے دل کو باغ باغ کر دیا۔ اس کے بعد برجستہ سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ صحیح جواب دینے والے طلبہ کی انعامات کے ذریعہ حوصلہ افزائی کی گئی۔

انعامات حاصل کرنے والے خوش نصیب طلبہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) محمد اطہر مجیب الرحمٰن الموضوعات في الإحياء (۲) عبدالرب بلال انصاری منحة القريب المجيب في العباد الصليب (۳) عبداللہ محمد طیب الفقه في الدين (۴) آصف عالم محمد اسرائیل مختصر المحاسن المجتمعة (۵) محمد اسحاق ابراہیم الطريق إلى الجماعة (۶) عبدالرب انیس الرحمٰن معرفة علوم الحديث (۷) عبداللہ محمد طیب مسئلة التقريب.

اس کے بعد صدر مجلس ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی

صاحب حفظہ اللہ کا صدارتی خطاب ہوا، ڈاکٹر موصوف نے اپنے صدارتی خطاب میں تاریخ اسلام کی اہمیت وضرورت اوراس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے پروگرام کو سراہا اور اس میں علمی مظاہرہ کرنے والے طلبہ کے لئے حوصلہ افزا کلمات کہے اور تاریخ اسلام کے موضوع پر مطالعہ کی رغبت دلائی اور نصیحت کرتے ہوئے مرجع ومصدر کی حیثیت رکھنے والی درج ذیل چند اہم کتابوں کی رہنمائی بھی کی۔

(۱) فتوح البلدان للبلاذري
(۲) تاريخ الرسل والملوك للطبري
(۳) تاريخ بغداد للخطيب
(۴) تاريخ دمشق لابن عساكر
(۵) المنتظم في تاريخ الملوك والأمم لابن الجوزي
(۶) الكامل في التاريخ لابن الأثير الجزري
(۷) تاريخ الإسلام للذهبي
(۸) تاريخ الخلفاء للسيوطي
(۹) البداية والنهاية لابن كثير
(۱۰) تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی

☆☆☆

اعلان برائے مضمون نگاران

محترم مقالہ نگاران ومجلّہ 'محدث' بنارس کے قلمی معاونین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے ہم مجلّہ 'محدث' کے ساتھ آپ کے قلمی تعاون پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کے قلم وزبان میں مزید زور اور قوت عطا فرمائے، بعدہٗ ہم آپ کی خدمت میں کچھ گزارشات رکھنا چاہتے ہیں۔

- مجلّہ کے ساتھ آپ اپنا تعاون ہمیشہ جاری رکھیں۔ اللہ آپ کو اس کا جزائے خیر دے۔
- مضامین میں وارد آیات واحادیث وعربی عبارات کا صاف ستھرا ترجمہ کریں۔
- آیات واحادیث واقوال وغیرہ کا اصل مرجع سے حوالہ نقل کریں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ مضامین ان پیج یا ورڈ فائل میں ہوں۔
- دستی تحریر بھیجیں تو صاف ستھری اور واضح تحریر بھیجیں۔

باب الفتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:

قرأت قرآن میں موسیقی کا انداز اور ایسا لحن کہ بالکل گانے کی مشابہت ہو، کیا درست ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ قرآن کریم اللہ رب العالمین کی آخری کتاب ہے۔ اس میں لفظی ومعنوی حسن وکمال موجود ہے، جب ایک قاری قرآن کو دل کی گہرائی سے خوب صورت انداز میں تلاوت کرتا ہے تو پاکباز روح اس سے مسرور ہوتی ہے۔ خوب صورت آواز وانداز میں کی گئی تلاوت دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وإذا سمعوا ما أنزل إلى الرسول ترى أعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق.** (المائدہ:۸۳) اوراس کو خوش الحانی سے پڑھنا شریعت میں مقصود ومطلوب ہے اور یہ ایسا مستحسن امر ہے جس کی کتاب وسنت میں ترغیب دی گئی ہے،"ليس منا من لم يتغن بالقرآن". جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید:۷۵۲۷) مزید فرمایا:"ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهر به." اللہ تعالیٰ اتنا متوجہ ہوکر کسی چیز کو نہیں سنتا جتنا قرآن کو متوجہ ہوکر سنتا ہے جب پیغمبر علیہ السلام اس کو اونچی آواز سے خوش آوازی اور خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ (بخاری:۷۵۴۴، مسلم:۱۸۴۴)

یہ اوراس کے علاوہ کئی احادیث صحیحہ وآثار معتبرہ ہیں جو قرآن کو اچھی آواز میں پڑھنے پر دلالت کرتے ہیں، لیکن اس کا بالکل یہ مطلب نہیں کہ تحسین قرأت قرآن کی آڑ میں قرآن مجید کو موسیقی کے قواعد اور موسیقی کی دھنوں میں پڑھنا شروع کر دیا جائے، یہ امر یقیناً اور قطعی طور پر ناجائز ہے، بلکہ فطری آواز میں آدمی کو جس قدر ممکن ہو خوبصورت انداز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بعض اہل علم نے قرآن کو عربوں کے لہجے اور آواز میں پڑھنے پر آنے والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ ہیں:"اقرؤا القرآن بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل الفسق وأهل الكتابين، فإنه سيجيئ من بعدي قوم يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء والرهبانية والنوح، لا يجاوز حناجرهم، مفتونة قلوبهم وقلوب من يعجبهم شأنهم".

قرآن مجید عربوں کے لحن میں اوران کی آواز میں پڑھو، اہل کتاب اور فساق کی آوازوں اور لہجوں سے اپنے آپ کو

بچاؤ، میرے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گانوں، پادریوں اور رونے والیوں کی آوازوں کی طرح پڑھیں گے، قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کے اور ان کی اس ادا کو چاہنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو طبرانی نے المعجم الاوسط (۷۲۲۳) میں اور امام بیہقی نے الشعب (۲۴۰۶) میں روایت کی ہے۔ اس حدیث کے ضعف کی تین علتیں ہیں: (۱) ابومحمد (۲) حصین بن محمد الفزاری (۳) بقیۃ بن الولید۔ ان تینوں راویوں کی بنیاد پر حدیث ضعیف ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''جمال القراء'' سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کو ترنم ریز (اصوات الغناء) میں پڑھنا بدعت ہے، اس طرح نغمگی کے ساتھ پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں اور سب ہی ناپسندیدہ ہیں۔

(۱) ترعید: اپنی آواز میں ایسا لرزہ پیدا کیا جائے جو ٹھنڈک یا تکلیف وغیرہ کی وجہ سے ہوجایا کرتا ہے۔

(۲) ترقیص: حرف ساکن پر دیر تک سکون کا تلفظ کیا جائے، پھر حرکت کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا جائے۔

(۳) تطریب: قرآن مجید کو اس طرح ترنم سے پڑھنا کہ جہاں مدنہ ہو وہاں مد آجائے اور جہاں مد ہو وہاں مناسب مقدار سے زیادہ کھینچ دیا جائے۔

(۴) تحزین: مصنوعی طور پر ایسی غمگین آواز میں پڑھنا کہ گویا خشوع وخضوع کے باعث بے ساختہ رو رہا ہے، اس کے علاوہ اس طرح پڑھنا کہ کوئی حرف کٹ جائے مثلاً: أفلا تعقلون کو فل تعقلون. (الاتقان: ۱/ ۲۷۵-۲۷۶)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ الحان میں قرأت کرنا کیسا ہے؟ تو اس کے جواب میں رقمطراز ہیں:

"وأعدل الأقوال فيها أنها إن كانت موافقة لقرأة السلف كانت مشروعة وإن كانت من البدع المذمومة نهى عنها السلف كانوا يحسنون القرآن بأصواتهم من غير أن يتكلفوا أوزان الغناء" (جامع المسائل: ۳/ ۳۰۴) اس بارے میں معتدل قول یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت سلف صالحین رحمہم اللہ کے طریقہ پر کرنی چاہئے اور یہی شرعی طریقہ ہے اور اگر کوئی نیا طریقہ ایجاد کرلیا جائے تو یہ بدعت مذمومہ ہے۔ اور سلف رحمہم اللہ کا طریق کار یہ تھا کہ وہ قرآن کریم کو اپنی ہی آوازوں کے ساتھ خوبصورت کرتے تھے نہ کہ تکلف کرکے گانے کے اوزان پر پڑھتے تھے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''زاد المعاد'' میں مسئلہ ہذا میں احادیث اور اقوال علماء ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قرآن کریم خوش الحانی اور دل لگا کر پڑھنے کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلا وہ خوش الحانی جس کا طبیعت تقاضا کرتی ہے اور بغیر تکلف وتعلیم زبان پر جاری ہو جائے۔ یعنی جب طبیعت کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو مذکورہ خوش الحانی خود بخود ہی جاری ہوجائے تو یہ درست اور جائز ہے، جس طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: "لو علمت أنك تسمع لحبرت لك تحبيرا".

(۲) دوسرا وہ خوش الحانی اور سُر ہے جس میں تکلف اور تصنع ہو اور طبیعت کے غیر موافق ہو جس کا حصول تکلف وتصنع کے بغیر ناممکن ہو جس طرح موسیقی کی تعلیم حاصل کی جاتی ہے اور مخصوص اور من گھڑت اوزان پر گایا جاتا ہے، ایسی

خوش الحانی کو سلف صالحین نے ناپسند کیا ہے، اس کی مذمت کی ہے، اس کا انکار کیا ہے، اس کو معیوب قرار دیا ہے، اس لئے کلام اللہ کو اپنی آواز میں بہترین انداز میں پڑھا جائے تصنع اور بناوٹ سے اجتناب کیا جائے، یہی قول راجح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں قرآن کی محبت پیدا کردے۔ آمین

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

ترانۂ یوم آزادی

اے ارضِ وطن تیرا ہر نقش دل آرا ہے
قدرت نے ترا آنگن کیا خوب سنوارا ہے

سب اہلِ زمیں تیری تقدیر پہ نازاں ہیں
کچھ اہلِ فلک تیری حسرت میں فروزاں ہیں
دنیا کی جبیں پر تو مانندِ ستارہ ہے

موجوں میں تلاطم ہے دریا میں روانی ہے
جھرنوں میں شرارت ہے پربت پہ جوانی ہے
تسکینِ نظر تیرا ہر ایک نظارہ ہے

اے اہلِ وطن آؤ نفرت کو مٹا دیں ہم
ہر دل میں اخوت کی اک جوت جگا دیں ہم
دنیا میں اہنسا ہی پیغام ہمارا ہے

آزادی کے پروانو ہر سمت سے آجاؤ
ہر ذات دھرم والے سب اس میں سما جاؤ
لہرا کے ترنگے نے دامن کو پسارا ہے

تابندہ رہے گی یہ بے داغ جبیں تیری
رکھیں گے لہو دے کر شاداب زمیں تیری
غیرت پہ تری ہم کو مرنا بھی گوارا ہے

نیّر کی دعا ہے یہ تو امن واماں پائے
اللہ کرے تجھ پر کوئی آنچ نہیں آئے
ناساز بہت گرچہ یہ وقت کا دھارا ہے

(نیّر واحدی)

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

August 2023

Vol.XL No.08

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

جامعہ سلفیہ بنارس کی جدید مطبوعات

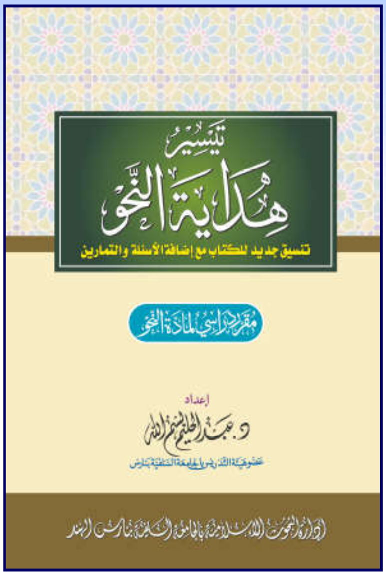

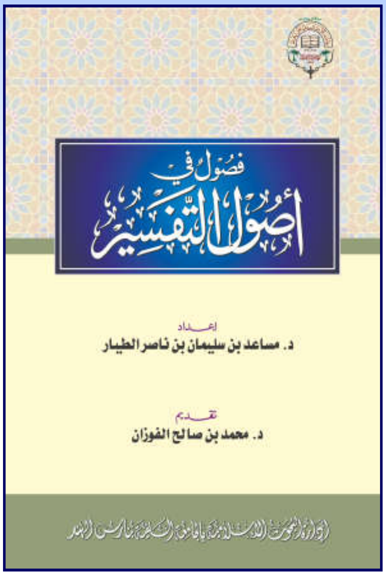

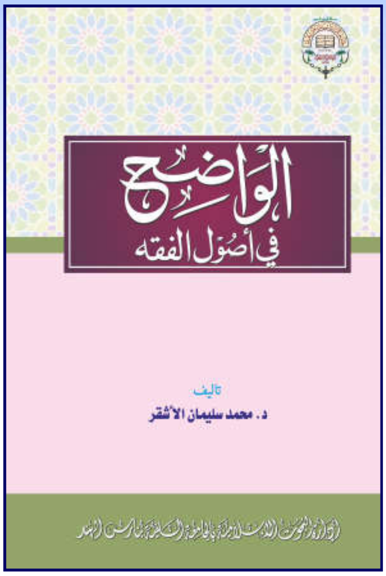

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.